

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

حِلّیَّہ

فیصل آباد پاکستان

جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ بمطابق اپریل 2015ء

علامہ اقبال رحؒ کا دینی علوم سے محرومی کا احساس واظہار

میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی

”میرا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نئی زندگی عطا فرمائے گا۔اور جس قوم نے آج تک اس کے دین کی حفاظت کی ہے اس کو ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔مسلمانوں کی بہترین تلوار دعا ہے،سو اُسی سے کام لینا چاہیے۔ہر وقت دعا کرنا چاہیے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس امت کی دعا سن لے اور اس کی غریبی پر رحم فرمائے۔

میں جو اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغ بہت اچھے عطا فرمائے تھے۔اگر یہ قویٰ دینی علوم پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسول کی کوئی خدمت کر سکتا۔اور جب مجھے یاد آتا ہے کہ والد مکرم مجھے دینی علوم ہی پڑھانا چاہتے تھے تو مجھے اور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ صحیح راہ معلوم تھی،تو بھی وقت کے حالات نے اس راہ پر چلنے نہ دیا۔بہر حال جو کچھ خدا کے علم میں تھا ہوا،اور مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکا میں نے کیا،لیکن دل چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا اس سے بڑھ کر ہونا چاہیے تھا اور زندگی تمام و کمل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بسر ہونی چاہیے تھی“۔

(اپنی بہن کریم بی بی کے نام مورخہ ۸ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو ایک خط میں اظہار)

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

دیوبند

شاد باش و شاد زی اے سرزمینِ دیوبند
ہند میں تُو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ملتِ بیضا کی عزت کو لگائے چار چاند
حکمتِ بطحا کی قیمت کو کیا تُو نے دوچند

اسم تیرا بامُسمّٰی، ضرب تیری بے پناہ،
دیوِ استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند

تیری رجعت پر ہزار اقدام سو جاں سے نثار
قرنِ اوّل کی خبر لائی تری اُلٹی زقند

تُو علمبردارِ حق ہے، حق نگہباں ہے ترا
خیلِ باطل سے پہنچ سکتا نہیں تجھ کو گزند

ناز کر اپنے مقدر پر کہ تیری خاک کو
کر لیا اِن عالمانِ دینِ قیم نے پسند

جان کر دیں گے جو ناموسِ پیمبر پر فدا
حق کے رستے پر کٹا دینگے جو اپنا بند بند

کُفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

اس میں قاسمؒ ہوں کہ انور شاہؒ کہ محمُود الحسنؒ
سب کے دِل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

گرمیٔ ہنگامہ تیری ہے حُسین احمدؒ سے آج
جن سے پرچم ہے روایاتِ سلف کا سربلند

مولانا ظفر علی خان مرحوم

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ

شمارہ نمبر 6 جلد نمبر 11

بمطابق اپریل 2015ء

فہرست مضامین

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا مہاجر مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن انیس حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر: مولانا حماد الرحمن لدھیانوی

نائب مدیر: مولانا جواد الرحمن لدھیانوی

فی شمارہ 30 روپے

پاکستان میں سالانہ 300 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرونِ ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

ماہنامہ ملّیہ جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان

041-8711569, 0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمن لدھیانوی

مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

کلمۃ الحبیب

امیرِ مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانویؒ کی رحلت

انا للہ وانا الیہ راجعون

ابن نفیس جبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

میں اُن دنوں بیرون ملک سفر پر تھا تو خبر ملی کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانویؒ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سفر پر ہونے کے وجہ سے نمازِ جنازہ میں حاضر نہ سکا۔ حضرت مولاناؒ کے انتقال کا سنتے ہی دل پر چوٹ سی لگی۔ پرانی یادیں تازہ ہوگئیں، دل سے ایک ہوک سی اٹھی۔ میں ۱۹۷۲ء میں خیر المدارس ملتان میں زیر تعلیم تھا، ان دنوں حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ درجۂ تکمیل میں تھے اور مولانا حق نواز جھنگوی شہید دورہ حدیث کے طالبعلم تھے۔ انہی دنوں پہلی بار خیر المدارس ملتان میں مولانا عبدالمجید صاحبؒ کی زیارت ہوئی، جب دارالعلوم کبیر والہ اختلافات کی نذر ہوکر بند ہوگیا تھا۔ اور تمام طلباء و مدرسین کو نکال دیا گیا تھا، تو اس وقت اساتذہ اور طلبا کا ایک قافلہ شام کے وقت خیر المدارس ملتان اُترا تھا۔ ان میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ بھی تھے۔ اس سے پہلے ان کا نام سنا تھا، پہلی دفعہ یہاں زیارت ہوئی۔ یہ رجب یا شعبان کا مہینہ تھا۔ ہم لوگ سالانہ امتحانات کی تیاری میں منہمک تھے۔ کچھ طلبا ایک رات کے لئے خیر المدارس میں ٹھہرے، اس وقت کے مہتمم خیر المدارس حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے مدرسہ کی طرف سے ان طلباء کے لئے ایک وقت کے کھانے کا انتظام بھی فرمایا تھا۔

۱۹۷۳ء میں درمیان سال میں مجھے کسی وجہ سے خیر المدارس ملتان کو خیر آباد کہنا پڑا، گھر واپسی پر والد صاحبؒ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اب کس مدرسہ میں جانا ہے؟ مجھے اور تو کچھ سمجھ نہیں آیا، میرے منہ سے باب العلوم کہروڑ پکا کا نام نکل گیا۔ والد صاحبؒ نے پوچھا کہ اس مدرسہ کو کون چلا رہا ہے، میں نے حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ کا نام لیا، والد صاحبؒ نے فرمایا کہ میں تو انہیں جانتا

نہیں، میں نے عرض کی کہ وہ آپ کو ضرور جانتے ہونگے، سنا ہے کہ وہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہیں۔اس پر والد صاحب نے مجھے ایک خط بنام حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ لکھ دیا۔

غالباً یہ مارچ کا مہینہ تھا، میں رات کو فیصل آباد سے سمہ سٹہ جانے والی ٹرین سے سوار ہو کر لودھراں پہنچا اور پھر وہیں سے ٹرین تبدیل کر کے کہروڑ پکا پہنچا، اور وہاں سے تانگہ میں بیٹھ کر باب العلوم پہنچا۔گیٹ پر اُترا تو وہاں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کو موجود پایا، وہ مجھے جانتے تھے، انہوں نے میرا سامان اُتروایا اور گیٹ کے ساتھ ہی ان کا کمرہ تھا، اس میں سامان رکھوایا اور مجھے اپنے ساتھ ٹھہرایا، اور ساتھ ہی کہا کہ حضرت استاد آج کہروڑ پکا سے باہر کہیں گئے ہوئے ہیں، شام تک آ جائیں گے، اس وقت تک تم ہمارے ساتھ ٹھہرو۔شام کو اچانک حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ کو اپنے سامنے پایا، انہوں نے محبت سے سینے لگایا، اس طرح مخاطب ہوئے جیسے پہلے سے جانتے ہوں۔میں نے والد صاحبؒ کا خط انہیں دیا، انہوں اس کو پڑھا، تو زیرلب فرمایا کہ یہ میرے لئے خوش قسمتی کی بات ہے، اور پھر فرمایا کہ آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔کھانے کے دوران حضرت مولاناؒ نے بڑی باتیں کیں، ساتھ ہی فرمایا کہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوں، میں نے تمہارے مدرسہ خالصہ کالج لائل پور (جو کہ اب فیصل آباد کے نام سے موسوم ہے) میں ہی ان سے بیعت کی تھی۔اس وقت مولانا مشتاق صاحب مرحوم مدرسہ کے ناظم تھے۔رات کے کھانے کے بعد مولانا مشتاق صاحب مرحوم سے میرے لئے کمرے کے لئے فرمایا، چنانچہ مجھے دفتر کے قریب ہی ایک کمرہ میں چارپائی دیدی گئی۔(اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مشرقی حصہ میں نئے بنائے گئے کچے کمروں میں منتقل کر دیا گیا، میرے ساتھ فیصل آباد کے دو بھائی محمد اشرف اور محمد افضل تھے)۔آجکل جو عمارت ہے اس وقت یہ نہیں تھی، ایک پرانی عمارت ہوا کرتی تھی، بعد میں گرا کر اس جگہ نئی بنا دی گئی ہے۔اس کے بعد دوسری صبح مجھے میرے اسباق کی کتابیں دیدی گئیں۔حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا حبیب احمد صاحب مدظلہ کے پاس میرے سارے اسباق تھے۔حضرت مولانا مرحوم کے پاس میرا کوئی سبق نہ تھا۔اس وقت باب العلوم میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ کے علاوہ حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا حبیب احمد صاحب مدظلہ اور درجہ قرآن میں حضرت مولانا قاری خلیل صاحب مدظلہ نمایاں استاد تھے۔باب

العلوم کہروڑ پکا میں میرا یہ قیام تقریباً چھ ماہ کا تھا۔حضرت مولانا مرحوم میں انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ شفقت بھی تھی۔کسی کو اپنی شفقت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے تھے، چاہے اس کا ان کے ساتھ کتنا ہی گہرا تعلق ہو۔کہروڑ پکا کے قریب سال میں تین دن کا کوئی میلہ لگتا تھا، ہم کچھ ساتھی اس میلے میں چلے گئے، صبح کسی نے ہماری شکایت کردی۔بس پھر کیا تھا حضرت مولانا مرحوم نے بلا کسی رعایت کے ہمیں تمام لڑکوں کے سامنے سزا دی۔میرا سارا طالبعلمی کا دور کوئی مثالی یا صوفیانہ نہیں تھا بلکہ عامیانہ تھا، اگر عاصیانہ بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا۔مجھے اپنے آپ کو جنید بغدادی کہلانے کا شوق نہ تھا۔میں نماز میں اکثر اوقات جماعت کی پچھلی صفو میں ہوتا تھا، سستی اور کاہلی کی وجہ سے اگلی صف میں کھڑا ہونے کا کم ہی موقع ملتا تھا۔ایک دفع جماعت سے فارغ ہوکر میں مسجد سے باہر نکل رہا تھا، اور حسب عادت جماعت کی آخری صف میں کھڑا ہوا تھا، مسجد سے باہر نکلتے وقت حضرت مولانا مرحوم کی مجھ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ ''میں نے تمہیں کبھی اگلی صف میں نہیں دیکھا، فلاں فلاں طالبعلم ہر جماعت میں اگلی صف میں کھڑے ہوتے ہیں، میں نے احتراماً عرض کی کہ حضرت یہ طلبا آپ کے لئے نماز پڑھتے ہونگے اسی لئے اگلی صفوں میں اپنے آپ کو آپ کے سامنے نمایاں رکھتے ہیں، میں تو اپنے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں وہ مجھے دیکھ لیتا ہے''اس پر حضرت مولانا مسکرا پڑے کوئی جواب نہیں دیا۔میری نگرانی سخت تھی۔اس وقت جس جگہ مطبخ تھا اس کے قریب خانقاہ کندیاں شریف کے دو صاجزادے حضرت مولانا صاجزادہ لالہ عزیز احمد صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا صاحب زادہ داؤد احمد مرحوم کا کمرہ تھا، میں کھانا وغیرہ لینے کے وقت اکثر اوقات ان صاجزادگان کے پاس بیٹھ جاتا تھا۔اور کبھی کبھی مہربانی کرکے صاحب زادگان چائے وغیرہ بھی پلا دیتے۔ایک دفعہ حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ نے فرمایا کہ آجکل تمہارا صاجزادوں کے پاس بہت اُٹھنا بیٹھنا ہے، میں نے پوچھا کہ کیا ان حضرات میں کوئی نقص ہے؟ تو فرمایا ایسی کوئی بات نہیں، بس فرق صرف اتنا ہے کہ یہ لوگ ایسے بزرگوں کی اولاد ہیں جن کے ماننے والے ان حضرات کو صاحب زادگی کی بجائے شاہ زادگی کا درجہ دیتے ہیں، جبکہ تمہارے خاندان میں بے باکی اور فقیری ہی ہے، صاجزادگی کا تصور دور دور تک نہیں۔مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم ان صاجزادوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے اپنے خاندان کی اس وراثت سے محروم نہ ہو جاؤ۔ میں نے ایک دفعہ اپنی سخت نگرانی پر حضرت مولانا مرحوم سے شکوہ کیا، تو فرمایا کہ باقی طلباء کی مجھے فکر

نہیں، تمہارے والد نے تمہیں میری نگرانی میں دیا ہے، میرا فرض ہے کہ تمہاری ہر صورت نہ صرف نگرانی کروں بلکہ حفاظت بھی کی جائے۔

ضلع لدھیانہ میں ایک گاؤں ''سُلَیم پور'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس گاؤں میں بڑی بڑی بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب زراعتی فارم والے، ان کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی مقبول احمد صاحبؒ (جو کہ برطانیہ کے شہر گلاسگو میں انتقال کر گئے، اور وہیں دفن ہوئے) ان کے بھائی حضرت حافظ شفیق احمد صاحب مدظلہ (جو کہ اب بھی گلاسگو میں مقیم ہیں)، حضرت ماسٹر منظور احمد صاحبؒ خلیفۂ مجاز حضرت رائے پوریؒ گوجرہ والے، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے والد مولانا محمد علی جانباز مرحوم بھی غالباً یہیں سے تھے۔ حضرت مولانا مرحوم بھی اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد یہ حضرات پاکستان کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے۔ ان حضرات میں سے بشمول مولانا مرحوم کسی نے اپنے نام کے ساتھ لفظ لدھیانوی نہیں لکھا۔ بلکہ اکثر حضرات اپنے نام کے ساتھ ''سلیم پوری'' لکھا کرتے تھے۔ میں نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی کہ سلیم پور کا تعلق کس علاقے سے ہے۔ یہ بھی حضرت مولانا مرحوم ہی سے معلوم ہوا۔ وہ اس طرح کے ایک دفعہ میں نے ایک اشتہار میں مولانا مرحوم کے نام کے ساتھ لدھیانوی لکھا ہوا دیکھا۔ تو ایک ملاقات میں انہوں نے فرمایا کہ میں سُلَیم پور میں پیدا ہوا ہوں، اور یہ گاؤں ضلع لدھیانہ میں ہے۔

حضرت مولانا مرحوم نے جب اپنے نام کے ساتھ لدھیانوی لکھنا شروع کیا تو اس پر ان ہی کے ہم عمر اور ہم مزاج حضرات میں چہ مہ گویاں ہونے لگیں۔ ایک دفعہ میں برطانیہ گیا ہوا تھا، وہاں کے شہر راچڈیل میں حضرت مولانا عبدالمجید انور صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ مبارک ہو ایک اور لدھیانوی کا اضافہ ہو گیا۔ ان کا اشارہ حضرت مولانا عبدالمجیدؒ کہروڑپکا والوں کے طرف تھا۔ میں نے عرض کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں سلیم پور میں پیدا ہوا ہوں، یہ ضلع لدھیانہ کا گاؤں ہے، مزید میں نے کہا کہ یہ اسی طرح ہے کہ جیسے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ لدھیانہ کے ایک دور افتادہ گاؤں عیسیٰ پور کے تھے مگر وہ بھی اپنے نام کے ساتھ لدھیانوی لکھا کرتے تھے۔ تو مولانا عبدالمجید انورؒ فرمانے لگے کہ بھئی میں بذات خود لدھیانہ شہر کے وسط میں نیم والہ چوک میں پیدا ہوا ہوں، مجھے تو کبھی اپنے نام کے ساتھ لدھیانہ لکھنے کی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ اسی قسم

کی بات مولانا امداد الحسن نعمانی مدظلہ جو کہ برطانیہ کے شہر برمنگھم میں رہتے ہیں نے کہی، بلکہ ان کے بقول انہوں نے بذات خود بھی حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تھا، کیونکہ مولانا امداد الحسن نعمانی مدظلہ بھی لدھیانہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

میں نے کبھی حضرت مولانا مرحوم کے لدھیانوی لکھنے پر اعتراض نہیں کیا تھا اور نہ ہی میری اس سلسلہ میں کوئی حیثیت تھی، نہ جانے کس نے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ سے کہہ دیا کہ حبیب الرحمٰن آپ کو لدھیانوی نہیں سمجھتا۔ تو حضرت مرحوم نے فرمایا تھا کہ جو شخص لدھیانہ میں پیدا نہیں ہوا (اشارہ میری طرف تھا) وہ تو اپنے نام کے ساتھ لدھیانہ لکھنا اپنا حق سمجھتا ہے، اور جو لدھیانہ میں پیدا ہوا (ان کا اشارہ اپنی طرف تھا) اس کو اپنے نام کے ساتھ لدھیانوی لکھنا گوارا نہیں کیا جاتا۔ ایک دفعہ کہروڑ پکا جانا ہوا، وہاں پر میں نے خود ہی اس موضوع پر بات چھیڑ دی۔ میں نے عرض کی میں نے آپ کے لدھیانوی ہونے پر کبھی اعتراض نہیں کیا، انہوں نے فرمایا سنا ہے کہ رمضان المبارک میں حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی کسی مجلس میں اس قسم کی بات ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی کہ اس مجلس میں تو میں موجود ہی نہیں تھا جس میں بات ہوئی۔ میرے کسی عزیز نے حضرت شاہ صاحبؒ کی مجلس میں یہ بات اٹھائی تھی کہ خاندانِ علماء لدھیانہ کی عقیدۂ تحفظ ختم نبوت کی تحریک میں بڑی خدمات ہیں، پاکستان بننے کے بعد رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے فرزند حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کا رکن بنایا گیا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے خاندان میں سے کسی کو بھی رکن نہیں بنایا گیا، ان صاحب نے میرا نام لے دیا کہ اب مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ کے بیٹے مولوی حبیب الرحمٰن کو شوریٰ کا رکن بنایا جانا چاہیے۔ اس مجلس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ بھی موجود تھے۔ بعد میں مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ نے میرے ہی ایک بہت ہی قریبی عزیز سے فرمایا کہ لدھیانہ کی نسبت سے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کو ہم نے شوریٰ کا رکن بنالیا ہے، یوں لدھیانویوں کی شرکت بھی ہوگئی۔ بات آئی گئی ہوگئی، ایک دفعہ مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ سے چناب نگر کی کسی تقریب میں ملاقات ہوئی، تو اس موضوع پر بات چل نکلی۔ میں نے حضرت شاہ صاحبؒ کی مجلس کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ حضرت مولانا عبدالمجید کا یہ تقرر بطور خاندان علماء لدھیانہ کے نہیں ہے بلکہ صرف لدھیانہ کی نسبت ہی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پھر میں نے

مزاحاً کہا کہ اس حساب سے لدھیانہ میں ہندو سکھ بھی رہتے ہیں، تو گویا کہ حضرت مولانا کی طرف سے کسی وجہ سے رکنیت خالی ہونے پر صرف لدھیانہ کی نسبت سے آئندہ کسی ہندو یا سکھ کو بھی شوریٰ کا رکن بنایا جا سکتا ہے۔ میری یہ بات سن کر مولانا عبدالمجید صاحبؒ مسکرائے، فرمایا یہ تو کوئی بات نہیں، اس کا تعلق تو تفننِ طبع سے ہے، مجھے کچھ اور ہی بتایا گیا تھا۔

اس کے بعد حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ نے اپنے نام کے ساتھ لدھیانوی لکھنے کی وجہ بتائی۔ وہ یوں کہ میں نے کبھی اپنے نام کے ساتھ لدھیانوی نہیں لکھا، جیسا کہ دوسرے بھی کئی حضرات نہیں لکھتے۔ فرمایا کہ جب ہم کہروڑ پکا آئے اور یہاں باب العلوم کو نئے سرے سے آباد کیا، الحمدللہ کافی کامیابی نصیب ہوئی تو یہاں کے کچھ مقامی علماء اس سے نالاں تھے۔ کیونکہ وہ یہاں ہی پیدا ہو کر یہیں اپنے مدرسے قائم کر کے کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ جب ہم نے یہاں کامیابی حاصل کر لی تو یہاں کے ایک مولوی صاحب جو کہ یہیں کے تھے ان کا بھی ایک چھوٹا سا مدرسہ ہے۔ انہوں نے اپنے مدرسہ کے جلسہ کے اشتہار میں میرا نام بھی دیدیا، جس میں میرے نام کے ساتھ پہلی دفعہ لدھیانوی لکھا گیا۔ میں نے اس پر غور کیا تو وجہ سمجھ آ گئی۔ ان مولوی صاحب نے میرے نام کے ساتھ لدھیانوی صرف اس لئے لکھا تھا تاکہ یہاں کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں یہاں کا لوکل نہیں ہوں، باہر سے آیا ہوا ہوں۔ اصل میں اس علاقے میں لوکل اور غیر لوکل کا بڑا مسئلہ ہے۔ یہاں پر باہر سے آئے ہوئے کو قبول نہیں کرتے، اور خصوصاً ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجریں کو پناہ گیر کہا جاتا ہے۔ ان مولوی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ مجھے غیر سمجھتے ہوئے لوگ لوکل والا معاملہ نہ کریں۔ پھر اس کے بعد لوگوں نے اشتہارات میں لدھیانوی لکھنا شروع کر دیا میں بھی منع نہیں کیا۔

۱۹۸۳ء میں رمضان المبارک کے مہینے میں عمرے کے لئے جانا ہوا۔ اُس سال بہت سی بزرگ شخصیات بھی گئی تھیں، ان سے قریب رہنے کا موقع ملا۔ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ اپنے چند حضرات کے ساتھ تشریف لے گئے تھے، جن میں حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحبؒ جامعہ مدنیہ والے بھی تھے۔ ان دنوں مسجد نبوی کی جدید تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ پرانی یادگاریں محفوظ تھیں۔ انہی میں حضرت امام زین العابدینؒ کا گھر بھی تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے ساتھی اکثر دوپہر کو وہیں آرام فرماتے تھے۔ رمضان المبارک کے بعد دوپہر کا کھانا اسی گھر میں بیٹھ کر کھاتے تھے۔ وہیں

حضرت شاہ صاحبؒ نے مجھے بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ انہی دنوں خیر المدارس ملتان کے بڑے اساتذہ جن میں شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد شریف صاحب کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحبؒ، حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ، حضرت حافظ محبوب احمد صاحبؒ، فیصل آباد سے حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحبؒ، لاہور سے مولانا عبد القادر آزادؒ، اور تونسہ سے حضرت مولانا عبد الستار تونسویؒ، جہلم سے حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمیؒ تھے، اور کہروڑ پکا سے حضرت مولانا عبد المجید صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ رمضان المبارک ان بزرگوں کی صحبت میں گزرا۔ مکہ مکرمہ کی وہ جاگتی ہوئی راتیں اور مدینہ منورہ کی پرکیف و منور فضائیں کبھی نہ بھولیں گی۔ ان حضرات کی مجالس پُرکیف تھیں۔ بزرگوں کا زیادہ تر قیام مدینہ منورہ میں حضرت مولانا قاری محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ کی مسجد الخلیل باب العوالی میں رہا۔ یہ حضرات مکہ مکرمہ میں عمرے کے لئے چلے جاتے پھر مدینہ واپس لوٹ آتے۔ کسی نے حضرت علامہ محمد شریف صاحب کشمیریؒ سے پوچھا کہ آپ کا قیام مدینہ میں زیادہ ہے مکہ میں زیادہ نہیں۔ فرمایا کہ اللہ تو ملتان میں بھی مل جائے گا مگر اللہ کا رسول یہاں سے کہیں اور نہیں جاتا، اس لئے اللہ کے نبی کے قریب زیادہ رہنے کا سوچا ہے۔ یہ بات جب میں نے حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحبؒ کو بتائی تو وہ تڑپ کر فرمانے لگے ”یہ ہے توحید اور نبی کی محبت“۔ حضرت علامہ محمد شریف صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ تو رمضان المبارک کے بعد واپس پاکستان تشریف لے آئے، مگر حضرت سید نفیس الحسینی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحبؒ، حضرت مولنا عبد المجید صاحبؒ اور ہم لوگ حج کے لئے رُک گئے۔ حج کے قریب مکہ مکرمہ چلے گئے۔ مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ ان دنوں آجکل والی سہولیات نہ تھیں۔ انہی دنوں ایک دن باب عمرہ کے پاس مطاف میں بیٹھا تھا تو اچانک حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ نے مجھے دیکھ لیا اور میرے پاس ہی رُک کر بلا تکلف بیٹھ گئے۔ سلام دعا کے بعد فرمانے لگے ”حبیب الرحمٰن تم تو ولی نکلے، میں نے پوچھا کہ آپ نے مجھ میں کون سی ولایت دیکھ لی، انہوں نے فرمایا کہ تمہارے استاد مولوی نذیر احمد صاحب نے ہمارے دار العلوم کے مقابلے میں جامعہ امدادیہ کھول لیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت ہماری ولایت کی سمجھ لوگوں کو بعد میں آتی ہے۔“ اصل میں بات یہ تھی کہ حضرت مفتی صاحبؒ ہمارے مدرسہ کی شوریٰ کے بنیادی رکن تھے، والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد ان کی شفقت ہم

پر بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ جب حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ کو انہوں دار العلوم فیصل آباد میں بطور شیخ الحدیث رکھا تو انہی دنوں میں ہمارے مدرسہ کی شوریٰ کا اجلاس تھا، تو اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ نے مجھے بتایا تھا کہ ہم نے مولانا نذیر احمد صاحبؒ کو اپنے دار العلوم میں رکھا ہے۔ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ آپ دونوں کا مزاج مل نہیں سکے گا۔ تو اس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ کوئی بات نہیں میں سنبھال لوں گا''۔ آج میری اس بات کو حضرت مفتی صاحبؒ ولایت سے تعبیر کر رہے تھے۔ اتنے میں حضرت مولانا عبد المجید صاحبؒ بھی شاید طواف سے فارغ ہو کر ہمیں دیکھ کر تشریف لے آئے۔ انہوں نے بیٹھتے ہی حضرت مفتی صاحبؒ سے شکوہ شروع کر دیا، فرمانے لگے کہ مولانا نذیر احمد صاحب سے اختلاف آپ کا ہوا ہے مگر آپ نے ہمارے اہم ترین مدرس مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب کو ہم سے چھین لیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ بھئی ہم ان کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتے تھے ،ہم نے ان سے اسی رشتے کے ناتے بات کی، وہ آنے پر راضی ہو گئے۔ اس پر حضرت مولانا عبد المجید صاحبؒ نے کہا کہ آپ باپ بیٹا دونوں مل گئے ہم درمیان میں مارے گئے، خسارہ تو ہمارا ہوا۔

باب العلوم میں تعلیمی میدان میں نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں کی بھی اجازت تھی ، بلکہ حضرت مولانا بذات خود اس کی نگرانی فرماتے تھے۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کو مناظروں کا بہت شوق تھا۔ ایک دفع نور و بشر کے سلسلہ میں باقاعدہ مدرسہ کی گراؤنڈ میں مناظرہ کرایا گیا، مولانا فاروقی صاحب مرحوم نور والوں کی طرف سے مناظر بنے اور باب العلوم کے ایک اور ذہین طالبعلم مولانا عبد اللطیف صاحب بشریت کے داعی تھی۔ مناظرہ خوب ہوا، دلائل میں مولانا فاروقی کا پلہ بھاری رہا، بعد میں فاروقی صاحب مرحوم صاحب نے اس خوشی میں چند ساتھیوں کی دعوت کی، اس میں مولانا بھی مدعو تھے۔ حضرت مولانا عبد المجید صاحبؒ نے اس کا بُرا منایا۔ فرمایا کہ ایک غلط عقیدے پر بھاری دلائل کا مقصد یہ نہیں کہ اس کو صحیح مان لیا جائے، اور اس خوشی میں دعوت کی جائے۔ مدرسہ کا ماحول اچھا تھا۔ اس سال پاکستان میں شدید سیلاب آیا تھا، پورا ملک اس میں ڈوب گیا تھا۔ باب العلوم میں اس سال درجہ مشکوٰۃ تک پڑھائی کرائی گئی، اور اختتامِ مشکوٰۃ شریف پر حضرت مولانا عبد اللہ بہلویؒ کو بلایا گیا تھا، وہ مجلس بھی روح پرور تھی۔

۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء کے شعبان المعظم کے سالانہ امتحانات کے بعد باب العلوم چھوڑ

دیا، اگلے سال جامعہ مدنیہ لاہور چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ۱۳۹۴ھ کے رمضان المبارک میں والد محترم حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ کا انتقال ہوگیا۔ ان کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ والد صاحبؒ حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے، اور ہمارا مدرسہ و مسجد ایک طرح سے حضرت رائے پوریؒ کی خانقاہ تھی۔ اس نسبت سے بھی ہزاروں افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اس جنازہ میں حضرت مولانا مرحوم بھی تشریف لائے تھے۔ کافی عرصہ کے بعد ان کی زیارت ہوئی۔ بعد میں ایک طویل مدت تک باقاعدہ ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔ کبھی کبھار کسی پروگرام میں ملاقات ہوجاتی۔ حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی قیام گاہ لاہور میں اکثر ملاقات کا موقعہ مل جاتا۔

جب راقم نے ''ماہنامہ ملیہ'' کی اشاعت کا آغاز کیا تو حضرت مولانا مرحوم کو بھی باقاعدہ اعزازی بھیجا جاتا۔ اس میں راقم کا اداریہ ''کلمۃ الحبیب'' کو وہ بہت پسند فرماتے۔ جب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کا انتقال ہوا تو اس پر راقم نے جو اداریہ لکھا تو حضرت مولانا مرحوم کا فون آیا، اس اداریہ پر حضرت مولانا مرحوم نے جس رقت آمیز انداز میں تعریف فرمائی اس کو راقم نقل نہیں کر سکتا۔ فون پر جیسے ان کی ہچکی بندھ گئی ہو، اور اسی درمیان فون ادھورا بند ہوگیا۔ ان کا فون سن کر راقم بھی کافی دیر تک سکتے میں رہا۔ حضرت نفیس الحسینیؒ کے ساتھ ان کی زندگی میں بڑا تعلق پیدا ہوگیا تھا۔ اسی لئے حضرت شاہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد ان کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ اکتوبر ۲۰۱۳ء میں ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں حاضر خدمت ہوا تو فرمانے لگے کہ آجکل کئی حضرات حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ سے منسلک ہونے کے دعوے دار ہونے کے وجہ سے ان کے خلفا اور متوسلین کے اجتماع کی کوشش کررہے ہیں، تمہیں بھی کسی نے دعوت دی یا مشورہ کیا۔ میں نے عرض کی کہ داعی حضرات ہمیں دعوت نہیں دیں گے، اس پر حضرت مولانا مرحوم مسکرا پڑے۔ پھر حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا کہ تمہیں چاہیے کہ اس قسم کا ایک اجلاس رکھو! میں نے عرض کی کہ اس وقت کافی رش ہے کبھی فرصت میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کرونگا۔ مگر اس کے بعد موقعہ نہ مل سکا، بات آئی گئی ہوئی۔

حضرت سید نفسی الحسینیؒ کے پوتے جناب سید زید شاہ صاحب مدظلہ کا نکاح حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ کی صاحبزادی سے حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ اپنی زندگی میں

ہی پڑھا گئے تھے، رخصتی نہیں ہوئی تھی۔حضرت شاہ صاحبؒ کے انتقال کے کچھ عرصے بعد جناب سید زید شاہ صاحب کی بارات حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب کے گھر اُتری۔ہم بھی وہاں حاضر ہوئے۔حضرت مولانا عبدالمجید صاحبؒ اس بارات میں شامل تھے۔کھانے کے وقت دسترخوان پر ہم ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔انہی دنوں امریکہ میں اباما صدر بنا تھا۔اس پر میں نے ''سام کے بعد ہام دنیا کے تخت پر'' کے عنوان سے اداریہ لکھا تھا۔حضرت مولانا نے بیٹھتے ہی فرمایا کہ تمہارا وہ اداریہ بہت ہی پسند آیا،اس میں تم نے سامراج کی جو وجہ تسمیہ لکھی ہے وہ میں نے پہلی بار دیکھی ہے،تمہارا اداریہ پڑھ کر سامراج کی وجہ تسمیہ سمجھ آ گئی۔''میں نے لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام ،ہام، یافث۔امریکہ و یورپ کے گورے ،ہندوستان پاکستان ،عرب دنیا ،یہ سب سام کی اولاد ہیں۔افریقہ کے کالے وہ جہاں کہیں بھی آباد ہیں یہ سب ہام کی اولاد ہیں،چین جاپان انڈونیشیا وغیرہ کے لوگ یافث کی اولاد ہیں۔میں نے لکھا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ اور طویل حکمرانی سام کی اولاد نے کی ہے۔اسی لئے سامراج کا لفظ بولا جاتا ہے،کہیں بھی ہام راج،یافث راج نہیں بولا جاتا۔اوباما جو کہ ہام کی نسل سے ہے وہ پہلی بار دنیا کے تخت پر بیٹھا ہے''۔میری اس تحریر سے حضرت مولانا بہت متأثر تھے۔

راقم غالباً ۲۰۱۰ء یا ۲۰۱۱ء میں ایک طویل عرصہ کے بعد باب العلوم کہروڑ پکا حاضر ہوا۔مجھ دیکھ کر انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔مجھ سے پوچھا کہ تمہیں علم ہے کہ تم کتنے عرصے کے بعد یہاں آئے ہو،میں نے عرض کی کہ مجھ اندازہ نہیں،تو فرمایا کہ تم پورے ۳۸ سال کے بعد آئے ہو۔میں نے عرض کی لگتا ہے کہ آپ نے یہ وقت گِن گِن کر گزارا ہے۔اس پر مسکرائے اور فرمایا کہ جس سے تعلق ہو یہی حال ہوتا ہے۔بڑی خوشی کا اظہار فرمایا،اور ان سب استادوں کو بلایا،جو کہ میرے طالبعلمی کے دور میں ہوا کرتے تھے۔

اس سال جنوری کے وسط میں میری ان سے آخری ملاقات ہوئی۔معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولانا بہت سا مواد تبادلۂ خیال کے لئے رکھے بیٹھے ہیں۔میرے ساتھ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ کے بھانجے اور داماد مولانا مفتی عثمان صاحب بھی تھے۔حضرت مولانا نے اس دن کُھل کر باتیں فرمائیں۔مولانا حبیب الرحمٰن جو کہ اس وقت باب العلوم کے ناظم ہیں انہوں نے دوپہر کے

کھانے کا انتظام فرمایا، حضرت مولانا مرحوم کی خواہش پر مولانا مرحوم ہی کی رہائش گاہ پر کھانے کا خوان لگا دیا گیا۔ کھانے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی ہوتی رہیں۔ کھانے کے بعد باہر دھوپ میں بیٹھ گئے، مولانا حبیب الرحمٰن ناظم باب العلوم نے چائے کا بھی انتظام کیا۔ حضرت مولاناؒ نے اس بات سے ابتدا کی کہ آجکل مدارس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ میں نے عرض کی کہ بھلا آپ سے زیادہ کون جانتا ہے۔ فرمایا کہ سیاسی پہلو سے میں نے سوال کیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ پہلے روشنی ڈالیں، شاید اسی میں میرا بھی جواب ہو جائے۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے، اگر تو ہم لوگ صحیح ہیں تو یہ آزمائش کے دن جلد ہی ختم ہو جائیں گے۔ اور اگر ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو جب تک ہم اپنی اصلاح نہیں کرلیں گے اس وقت تک ہمارے لئے پریشانیاں آتی رہیں گی، بلکہ اس سے بھی زیادہ مشکلات کا اندیشہ ہے۔ میں نے عرض کی کہ میری بھی یہی رائے ہیں۔ ہم لوگ اپنی ہی اصلاح کرلیں تو بہتر ہوگا۔ نیز میں نے عرض کی کہ اب ہمارے ہاں تن آسانی کافی آ گئی ہے، ہمارے ذمہ دار حضرت وی آئی پی پرٹوکول کے عادی ہو چکے ہیں بلکہ ان کی نسلیں تو ان سے بھی آگے ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو بدقسمتی ہے۔ میں نے عرض کی کہ ہمارے لیڈر یہ بات کہتے ہوئے نظر آ رہے ہیں کہ اگر مدرسے بند کر دیئے گئے تو ہم درختوں کے نیچے اور سڑکوں پر بیٹھ کر دین پڑھائیں گے۔ مگر میرا خیال ہے کہ اب ایسا ہوگا نہیں، اس لئے کہ یہ اس وقت ہو سکتا تھا جبکہ ہمارے راہنما مدارس کے طلبا سے فاصلے پر نہ ہوتے، مگر آجکل ہمارے راہنما بات تک سننے کے روادار نہیں، قدم قدم پر غلط بیانیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اس پر میں نے دو تین واقعے بھی سنائے۔ تو اس پر فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے، میرا بھی یہی تجربہ ہے، اللہ نہ کرے اگر ایسا ہو گیا تو ہمارا سایہ بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیگا۔

پھر اچانک حضرت مولانا مرحوم نے ایک عجیب موضوع چھیڑ دیا، لگتا تھا کہ حضرت مولانا مرحوم آج کسی اور موڈ میں ہیں۔ فرمانے لگے کہ افغانستان میں روس کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کو اس بات کا علم ہے کہ علماء دیوبند خصوصاً حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ تعلق رکھنے والے حضرات خود کو ہمیشہ سے حریت پسند کہتے ہیں۔ اور موافق و مخالف بھی یہی کچھ کہتے ہیں۔ اس میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو رول ماڈل

بنایا گیا ہے۔اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا روس کے ساتھ بڑا تعلق تھا، وہ آزادیٔ ہند کے لئے روس میں کافی عرصہ تک قیام پذیر رہے۔اس لئے انگریز اور امریکہ کی مخالفت ہمارے طبقہ میں رچی بسی ہوئی ہے، اور اس کے مقابلے میں روس کے ساتھ لگاؤ زیادہ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب آغا شورش کاشمیری مرحوم کا جمعیۃ علماء اسلام سے اختلاف ہوا تو اس نے ۱۹۶۹ء میں اپنے ہفت روزہ رسالہ ''چٹان'' میں ''پاکستان کے اشتراکی علماء'' کے عنوان سے باقاعدہ اداریہ لکھا تھا۔اس پر حضرت مولانا مرحوم نے جو کہ کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے فوراً آگے ہوتے ہوئے فرمایا کہ ''ہاں وہ اداریہ میں نے بھی پڑھا تھا، اس کا مضمون آج تک مجھے یاد ہے''۔میں نے عرض کی کہ اس سے پہلے شورش کاشمیری مرحوم جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ تھے۔ایوب خان کے دور میں جب انہیں گرفتار کیا تو جیل میں انہوں نے تادم مرگ بھوک ہڑتال کردی تھی، جس کی وجہ سے ملک میں بڑی ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔اس وقت اس کو رہا کرانے اور بھوک ہڑتال ختم کرانے میں جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس احرار اسلام کے زعما کا بڑا کردار تھا۔رہائی کے بعد نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم نے انہیں اُچک لیا، چونکہ یہ دونوں پرانے آشنا تھا، اور تحریکوں میں اکٹھے کام کیا تھا، اس لئے نواب زادہ نصراللہ خان مرحوم کا جادو چل گیا۔نواب زادہ صاحب نے ان دنوں اپنی پارٹی ''پاکستان جمہوری پارٹی'' کا اتحاد جماعت اسلامی کے ساتھ کیا ہوا تھا، اور جماعت اسلامی سے جمعیۃ علماء اسلام کا سخت اختلاف چل رہا تھا۔اس لئے جو بھی شخص جماعت اسلامی کے ساتھ ہوتا اس کا جمعیۃ علماء اسلام سے اختلاف ہونا ضروری تھا۔جماعت اسلامی امریکی حمایت یافتہ جماعت کہلاتی تھی اور جمعیۃ علماء اسلام امریکہ مخالف ہونے کی وجہ سے ''اشتراکی'' جماعت کہلاتی تھی۔دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب روس نے افغانستان پر قبضہ کیا تو پوری دنیا ہل کر رہ گئی۔اس کا پاکستان پر گہرا اثر پڑا۔افغانستان میں مقامی علماء اور دینی ذہن رکھنے والوں نے روسی انقلاب کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ اس کے خلاف مسلح سینہ سپر ہوگئے۔پاکستان کے علماء کی پالیسی واضح نہ تھی۔گو اس وقت کے فوجی صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہید مرحوم نے تمام اسلام ممالک کو بلا کر روسی قبضہ کے خلاف مزاحمت کا اعلان کردیا تھا مگر پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم کا اس سلسلہ میں کوئی واضح لائحۂ عمل سامنے نہیں آیا۔ان کا انتقال اکتوبر ۱۹۸۰ء میں ہوگیا تھا، اس وقت تک ان کا خیال تھا کہ اس بات

کوافغانستان کے علماء تک ہی رہنے دیا جائے، پاکستان کے علماء ان کی اخلاقی مدد کریں۔اسی طرح ان دنوں میرا حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم سے ملنا ہوا تو ان کا موقف بھی وہی تھا جو کہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا تھا کہ اس مسئلہ کو افغانستان کے علماء تک ہی رہنے دیا جائے۔ان دونوں بزرگوں کا ابھی کوئی واضح موقف سامنے نہیں آیا تھا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔اس کے بعد پاکستان کے مذہبی لوگ اسے پاکستان کی بقاء کا مسئلہ بنا کر باقاعدہ اس جنگ میں کود گئے۔جس کے نتیجہ میں روس شکست کھا گیا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جہاد نہیں تھا، وہ جہاد ضرور تھا مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اس جہاد کو امریکہ نے اُچک لیا۔روس کی شکست کے بعد امریکہ دنیا میں واحد سُپر پاور بن گیا۔مختصراً یہ کہ بعد میں امریکہ میدان خالی دیکھ کر بہانہ بنا کر یہاں پر قابض ہوگیا۔اس بار بھی وہی لوگ امریکہ کے مقابلے پر آئے جو کہ پہلے روس کے مقابلے پر تھے۔مگر اب پاکستان کے مقتدر اداروں یا شخصیات کو امریکہ کی مخالفت منظور نہ تھی، کیونکہ پاکستان کے سالانہ بجٹ میں امریکی امداد وافر مقدار میں ہوتی ہے،اوراس میں ان طبقوں کو کمیشن کافی مقدار میں ملتا ہے۔اس لئے انہوں نے اپنا اور اپنی اولادوں کا مستقبل روشن رکھنے کے لئے ان مزاحمتی گروہوں کو ہدف بنایا۔چونکہ مزاحمت کاروں میں اکثریت کا تعلق دینی مدارس سے تھا اسی لئے دینی مدارس کو ہدف بنایا جارہا ہے۔

میری ان باتوں کو حضرت مولانا نے بڑی توجہ سے سنا اور سراہا۔آخر میں جب ہم رخصت ہونے لگے تو ہاتھ ملاتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں یاد ہے کہ میں نے چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں کچھ کہا تھا۔میں نے بھول جانے کا عذر کیا،اس پر فرمایا کہ میرے پاس حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے کئی خلفاء نے رابطہ کر کے کہا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے خلفاء ومتوسلین کا اجلاس بلایا جائے، میں نے ان کو تو کچھ نہیں کہا البتہ تمہیں درخواست کی تھی کہ حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت رائے پوریؒ کا اصل مرکز تو تمہارا مدرسہ ہے تم یہ کام کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں، مگر تم نے اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں دیا۔میں نے عرض کی کہ میں ایک نااہل اور لااُبالی سا انسان ہوں، ہاں اگر آپ کی سرپرستی رہی تو یہ کام بھی ہوجائیگا۔تو فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں جلد ہی فیصل آباد آؤں گا۔مگر اس کا موقعہ نہ مل سکا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

سید الطائفہ قطب العالم قطب الاقطاب

مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ قدس سرہ

بروز بدھ ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ ۱۴ر اگست ۱۹۴۶ء

رات جب میں حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت والاؒ فرمارہے تھے کہ سورہ بنی اسرائیل میں جو ذکر ہے کہ بنی اسرائیل زمین میں دو دفعہ فساد اور تکبر کریں گے اور ان کی سرکوبی کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے عبادالنا قرار دیا ہے حالانکہ تاریخوں میں بخت نصر وغیرہ کو کافر بتایا ہے علماء میں سے بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے ان کافروں سے کام لیا ہے لہٰذا اپنے بندے قرار دیا ہے یا ویسے ہی کہ ہر مخلوق کو خدا کے بندے کہہ سکتے ہیں۔

مگر ایک صاحب نے بیان کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ میں کمی یعنی کمیرے لکھا ہے اور جب تذلیل کیلئے کوئی سزا بید وغیرہ کی دیتے ہیں تو بھنگی وغیرہ جن کو لوگ ذلیل سمجھا کرتے ہیں بید وغیرہ لگانے پر مقرر کرتے ہیں کہ خوف تذلیل ہو اور بنی اسرائیل کے متعلق لکھا ہے کہ ''عُلُوًّا کَبِیرًا'' کو بڑے متکبرانہ روش اختیار کریں گے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ فرعون کے لیے بھی علی فی الارض آیا ہے یعنی زمین میں تکبر کیا۔

حضرتؒ والا نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاں تکبر و نخوت وغیرہ کو بہت ہی برا سمجھا جاتا ہے۔ تنابزوا بالالزلام کا کیا مطلب ہے برا نام رکھنا طعن و تشنیع یہ بھی بہت برا ہے اور یہ بھی قرآن مجید میں آتا ہے کہ جب بادشاہ کسی ملک قوم یا شہر پر قبضہ کرتے ہیں تو وہاں کے معززین کو ذلیل اور ذلیلوں کو عزیز کردیتے ہیں تو زمینداروں میں یہ چیز بہت آگئی۔

گاڑوں کو ذلیل گوجروں کو بھی کچھ ایسے ہی سمجھتے تھے اور چماروں کو تو سمجھتے ہی نہیں اور اس کے ردِعمل میں اب دوسری قومیں بھی اپنی ترقی اور تنظیم کر رہی ہیں اور اس میں بہت علو سے کام لے رہی ہیں اور زمینداروں کے علاوہ دوسرے مسلمانوں میں بھی طعن و تشنیع بہت آگیا ہے اس لیے خواہ قوت بیان نہ ہونے کی وجہ سے میں دلائل سے ثابت اور ساکت نہ کرسکوں مگر کچھ وجدان سا ہوتا ہے اگر یہ

انقلاب ہے۔اور ایسا ہی کچھ معلوم ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ایسے حالات پیش آئیں جو سخت ناگوار ہوں۔عزیز الرحمٰن کے والد (مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ) نے زمینداروں میں یہ چیز محسوس کی تو تقریر کردی مگر وہ زبان کے سخت ہیں لہٰذا اس وقت ان کی بات کئی آدمیوں کو ناگوار ہوئی۔ چنانچہ راؤ نعیم خان صاحب نے اس کا مجھ سے بھی ذکر کیا

اور مولانا سے بات بھی کی مگر ایک الیکشن آیا تو جن لوگوں سے بات اور سلام کرنا بھی کسر شان سمجھا جاتا تھا ان کے گھروں میں جا کر میل جول پیدا کرتے اور خوشامدیں کرتے پھرتے اور جب کئی ماہ بعد یہاں آئے تو میں نے کہا آپ کو تین سلام اس وقت تو مولوی صاحب کی بات کو برا منایا مگر اب یہ حال ہے۔

حضرت والاؒ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی کسی قسم کی تقریر کرتا ہے تو ہم بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔مگر جب تنہائی میں بیٹھ کر سوچتا ہوں تو پھر خیال آتا ہے کہ لاحول ولاقوۃ یہ بات کیا تھی۔چنانچہ کل تو ہم حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب کے ہمنوا سے ہو گئے تھے۔مگر آج سوچا تو کچھ اور ہی بات سمجھ میں آئی کہ یہ اگر انقلاب ہے تو ہو کر رہے گا اور اسی تکبر نخوت غرور اور تعلّٰی، طعن کا نتیجہ ہے اور ہو بھی کیا سکتا ہے بعض حضرات نے تو کتاب بھی لکھ دی۔جس میں بعض قوموں کی شرعی طور پر برتری اور عزت و شرافت اور بعض کو اس کے خلاف ثابت کیا۔ایسے موقع پر تو اگر کچھ تھوڑی بہت گنجائش تھی بھی تب بھی یہ نہ لکھنا چاہیے تھا۔ہم نے ڈیرہ دون میں پادریوں کے ہاتھ میں یہ کتابیں دیکھیں کہ وہ کہتے تھے کہ اسلام میں انسانی مساوات کہاں ہے علماء تو یہ لکھتے ہیں۔

باقی جمیعۃ کیوں کانگریس کا ساتھ دیتی اس کے متعلق (حضرت مولانا) مولوی عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ مولانا مدنیؒ کے متعلق تو جذبات وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں مگر مفتی کفایت اللہ صاحب (یعنی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ) کے متعلق تو معلوم ہے کہ وہ سیاست کو خوب سمجھتے ہیں۔ہم نے تو ان کی فقاہت و ذہانت کی تعریف حضرت شیخ الہندؒ سے سنی ہوئی ہے۔

یہاں خواجہ صاحب نے بیان کیا کہ صدر پٹیل جو بڑا ہی فہیم ز ذہین ہے جس نے بارہا اپنے قابلیت کے اسمبلی میں جوہر دکھائے اور وائسرائے ہند تک سے معافی منگوائی۔وہ فساد کوہاٹ کی تحقیقاتی کمیٹی کے صدر اور مالویہ اور حضرت مفتی صاحبؒ دونوں اراکین تھے تو مفتی صاحبؒ کی قابلیت کی صدر

پٹیل نے بے حد تعریف کی کہ انہوں نے ایسے سوالات مرتب کیے جو بے نظیر تھے۔

پھر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ بے شک اگر اعلیٰ دینی تعلیم والے تیس سالہ سیاسی تجربہ رکھنے کے اور پوری توجہ دینے کے بعد بھی اگر سیاست کو نہ سمجھ سکیں تو گویا دینی تعلیم کچھ تعلیم نہ ہوئی اور پھر ان کو ڈوب کر مرنا چاہیے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز گمتھلوی سے فرمایا کہ آپ کو کچھ شبہات ہیں تو ہم دہلی چلیں گے اور آپ مفتی صاحبؒ سے اچھی طرح گفتگو کرنا۔

اس پر مولانا نے عرض کیا کہ مجھے بھی تحریک خلافت سے لے کر اب تک غور کرنے کا مرض رہا ہے اور گفتگو کر کے دیکھی ہے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ سنی سنائی باتوں سے کام لینا ٹھیک نہیں۔ تو مولانا نے عرض کیا حضرت! حضرت کو یاد نہیں رہتا اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ حضرت کو یاد نہ رہے مگر مجھے تو یاد ہے کہ شاید حضرت کو یاد آ جائے جب حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ (حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث) کے ہاں حضرت مدنیؒ سے گفتگو ہوتی تھی اور آپ حضرات بھی حضرت مدنیؒ سے بحث کر رہے تھے۔

اس پر حضرت والاؒ نے فرمایا وہ جاتے جاتے ایک آدھ بات ہو جانا یا اپنے آدمی سمجھ کر مذاق میں کچھ کہہ دینا گفتگو نہیں ہوتی اور پھر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنا میرے نزدیک اور بات ہے کیونکہ مفتی صاحب سیاست کو میرے خیال میں سمجھ کے اعتبار سے زیادہ سمجھتے اور حضرت شیخ الحدیث کے متعلق یہ ہے کہ تقویٰ میں خواہ کتنے بڑھے ہوئے ہوں مگر ان باتوں میں زیادہ نہیں پڑے۔

اور میرے نزدیک سیاست سے اتنے واقف نہیں تو اگر آپ کو شبہ ہے تو اس کا طریق یہی ہے کہ میں بھی چلوں گا اور تم بھی۔ بات پوری نہ ہوئی تھی کہ مولانا عبدالعزیز صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں ان حضرات کے متعلق جانتا ہوں ان کی ذات پر مجھے رتی بھر شبہ نہیں۔

مگر ان کے جذبات اتنے بلند ہیں کہ ہندوستان کے تمام مسلمان فنا بھی ہو کر اگر انگریز نکلتے نظر آئیں تو ان کے نزدیک ہندوستان کے

مسلمانوں اور ان کے مفاد کی کوئی قیمت نہیں مگر ہم مسلمانوں کو تو اس کو سوچنا ہی پڑے گا کیونکہ ہمارے کسی کے بھی دل میں صاف کہتا ہوں وہ جذبات نہیں ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

اہر لنیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی قسط 52

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کا دینی علوم سے محرومی کا احساس واظہار

یہ بات ذہن میں رہے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اپنی ساری علمیت وصلاحیتِ تامہ کے باوجود اہل علم کے اس پائے کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے جنہوں نے برصغیر میں اسلام کی صحیح تشریح وتفسیر کر کے امت مسلمہ کو گمراہی سے بچایا۔اسی لئے دینی مسائل واجتہادی مباحث میں ڈاکٹر اقبال مرحوم حجت نہیں ہیں، چاہے ان میں جتنی بھی قابلیت پائی جاتی ہو۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کا احترام اپنی جگہ،ان کی ملی کوششوں کا اعتراف نہ کرنا حقیقت کو چھپانے کے مترادف ہے۔اس کے باوجود ان کو اہل علم کے مقابلے میں لا کھڑا کرنا نہ صرف اہل علم سے زیادتی ہے بلکہ بذات خود اقبال مرحوم سے زیادتی ہوگی۔ڈاکٹر اقبال مرحوم نے خود بھی کبھی اپنے آپ کو علماء کے مقام تک نہیں سمجھا۔گزشتہ شمارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور اقبال مرحوم کی غلط فہمی پر مبنی ایک بحث کا ذکر کیا گیا تھا،جس کو یار لوگوں نے اپنی گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اس لئے قابلِ حجت ہیں کہ ان کے علم کا منبع رسول اللہ کی ذات،ان کی سند علم کا سلسلہ جناب رسالت مآب کی ذات بابرکات تک پہنچتا ہے۔جبکہ اقبال مرحوم کا سارا علم یورپ کے فلاسفروں کے فلسفہ سے کشید کیا ہوا ہے۔یہ صحیح ہے کہ اقبال مرحوم پر یورپ کے فلسفہ کا زیادہ اثر نہ تھا،مگر اس کے باوجود شروع شروع میں وہ انہی کا فلسفہ لے کر چلے تھے،اور تمام علماء کو اسی فلسفہ کی نظر سے دیکھنے لگے۔مگر جب علماء حق سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہیں اپنی اس روش پر نہ صرف ندامت ہوئی، بلکہ آخری عمر میں انہوں نے اس کی تلافی بھی کرنے کی کوشش کی۔مگر اقبال فروشوں کو اقبال مرحوم کی یہ ادا پسند نہ آئی،اس لیے انہوں اقبال مرحوم کی رحلت کے بعد اس کے کلام میں کچھ اشعار ایسے لکھ دیئے جو کہ اقبال مرحوم کی زندگی کے ابتدائی ایام کے تھے،یا وہ باتیں لکھ دیں جو کہ اقبال مرحوم کی کسی غلط فہمی کا

نتیجہ تھیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم حد سے زیادہ تحسین وتکریم کے قابل ہیں۔اس لئے کہ وہ یورپ کے فلسفہ کو پڑھنے کے باوجود اعتدال میں رہنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب بھی ان کے موقف کے مقابل کوئی بات کی گئی اور وہ بات ان کے موقف کے مقابلے میں صحیح نکلی تو انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔جس کی مثالیں ہم گزشتہ شماروں میں دے چکے ہیں۔نیز جیسا کہ وہ یورپ سے فلسفہ کی ڈگری لینے کے بعد انگریزی لباس پتلون،کوٹ پہننا اور ٹائی وغیرہ لگانا زیادہ پسند کرتے تھے،اکثر ان کی تصویریں اسی لباس میں ملتی ہیں،مگر علماءِ حق جو کہ انگریز اور اس کی تہذیب کے خلاف صف آرا تھے،ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے آخری عمر میں ان کا مزاج انہی علماء جیسا ہو گیا تھا،اور ان کو انگریزی لباس تک سے نفرت ہو گئی تھی۔اس کے متعلق ان کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں:

آخری عمر میں اُنہیں انگریزی لباس سے نفرت ہو گئی تھی،راقم کو ہمیشہ شلوار اور اچکن پہننے کی تلقین کرتے،منیرہ (علامہ اقبال کی بیٹی) بھی اگر اپنے بالوں کو دو حصوں میں گوندھتی تو ناپسند کرتے اور کہتے ”اپنے بال اس طرح مت گوندھا کرو،یہ یہودیوں کا طریقہ ہے“(زندہ رُود،جلد۳،صفحہ ۶۲۱)

بالکل اسی طرح علماء اسلام کے بارے میں شروع شروع میں ان کے خیالات اور تھے۔انہوں نے ملّا ئیت کا لفظ استعمال کر کے اس کو پاپائیت سے جوڑ دیا تھا،اس کی وجہ بھی ”فی سبیل اللہ جہاد والے مولوی تھے،جن کا ذکر اس سے پہلے شماروں گزر چکا ہے“ مگر جب وہ علماءِ حق کے قریب ہوئے اور ان کو پرکھا،دیکھا تو انہیں اپنی رائے پر نظر ثانی کرنا پڑی۔انہیں احساس ہوا کہ علم دین اور اس کا فہم یورپ کی یونیورسٹیوں کے فلسفہ سے کشید نہیں ہوتا بلکہ علماءِ حق کی جوتیوں میں بیٹھنے سے ملتا ہے،تو ان کا علماء کے ساتھ پہلے والا رویہ بدل گیا۔جب انہوں نے علماءِ حق کے علمی تبحر کو دیکھا تو ان کے دل میں اس علم سے محرومی کا احساس جاگا اور ان کے دل میں بھی ایک داعیہ پیدا ہوا مگر وہ حسرت ہی رہا عملی صورت نہ بن سکا۔انہوں نے اپنی بہن کریم بی بی کے نام مؤرخہ ۸ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو ایک خط میں لکھا:

”میرا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نئی زندگی عطا فرمائے گا۔اور

جس قوم نے آج تک اس کے دین کی حفاظت کی ہے اس کو ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔ مسلمانوں کی بہترین تلوار دعا ہے، سو اُسی سے کام لینا چاہیے۔ ہر وقت دعا کرنا چاہیے اور نبی کریم پر درود بھیجنا چاہیے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس امت کی دعا سن لے اور اس کی غریبی پر رحم فرمائے۔ میں جو اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغ بہت اچھے عطا فرمائے تھے۔ اگر یہ قوائے دینی علوم پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسول کی کوئی خدمت کر سکتا۔ اور جب مجھے یاد آتا ہے کہ والد مکرم مجھے دینی علوم ہی پڑھانا چاہتے تھے تو مجھے اور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ صحیح راہ معلوم تھی تو بھی وقت کے حالات نے اس راہ پر چلنے نہ دیا۔ بہر حال جو کچھ خدا کے علم میں تھا ہو، اور مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکا میں نے کیا، لیکن دل چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا اس سے بڑھ کر ہونا چاہیے تھا اور زندگی تمام و کمال نبی کریم کی خدمت میں بسر ہونی چاہیے تھی‘‘۔

(زندہ رُود، مصنفہ ڈاکٹر جاوید اقبال، صفحہ ۲۶۵، جلد ۲)

ڈاکٹر اقبال مرحوم کا علماءِ امت کو خراجِ تحسین

اقبال فروشوں نے کبھی بھی اقبال مرحوم کا وہ چہرہ دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جس میں انہوں نے علماء حق کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس کے متعلق مختلف اور مستند کتابوں میں بہت مواد موجود ہے۔ جناب قاضی افضل حق قرشی صاحب نے حضرت سید نفیس الحسینیؒ کی خواہش پر ’’اقبال کے ممدوح علماء‘‘ کے نام سے کتاب لکھ کر اس میں بہت کچھ جمع کر دیا ہے۔ ہم اس میں سے اختصاراً یہاں پیش کرتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ان کی کتاب دیکھئے۔

امام ابن تیمیہؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ

’’صوفیاء میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، علماء میں شاہ ولی اللہؒ، شعراء میں مرزا عبدالقادر بیدل اور سلاطین میں سلطان ٹیپو شہیدؒ کا بالاستیعاب مطالعہ ہندوستانی مسلمانوں کے ذہنی اور تہذیبی کارناموں کی تاریخ کے اہم ستون ہیں۔‘‘ (بروایت راجہ حسن اختر۔

چٹان ۲۲/اپریل ۔ ۱۹۵۷ء ص ۱۳)

’’میری رائے میں بحیثیت مجموعی زمانۂ حال کے مسلمانوں کو امام ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔‘‘ (خطوطِ اقبال ۔ بنام سید محمد سعید الدین جعفری ص ۱۶۳)

’’شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ) کی شخصیت بڑی عظیم ہے......‘‘ (ص ۳۰۱)

’’شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ) کی نگاہیں بڑی دُور رَس تھیں۔ ایک ایسے زمانے میں جب حکومت اور عملداری کی طرح قوائے علم و عمل بھی ماؤف ہو رہے تھے اور لوگوں کو دلچسپی تھی تو بیشتر چند فرسودہ اور لاطائل بحثوں سے شاہ صاحب کا سیاست اور معاش پر قلم اُٹھانا ایک حیرت انگیز امر ہے۔ وہ صحیح معنوں میں ہماری نشأۃ الثانیہ کے نقیب ہیں۔ پھر فرمایا حجۃ اللہ البالغہ منجملہ ان تصنیفات کے ہے جنہوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ کی رہنمائی۔‘‘ (اقبال کے حضور ص ۳۰۳)

’’شاہ ولی اللہؒ کو اللہ تعالیٰ نے مغربی ہند کے ملاحدہ کی رَدّ اور اصلاح کیلئے مامور کیا تھا اور یہ کام انہوں نے نہایت خوبی سے کیا ہے۔‘‘ (مکاتیب اقبال بنام محمد نیاز الدین خاں ص ۵)

’’ہمارا فرض ہے کہ ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کیے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظامِ فکر از سرِ نو غور کریں۔ غالباً یہ شاہ ولی اللہ دہلوی تھے جنہوں نے سب سے پہلے ایک نئی رُوح کی بیداری محسوس کی۔‘‘ (تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ ص ۱۴۵)

’’رہبانیت دُنیا کی ہر مستعد قوم میں اس کے عملی زوال کے وقت پیدا ہوئی ہے۔ اس کا مٹانا ناممکن ہے کہ بعض رہبانیت پسند طبائع ہمیشہ موجود رہتی ہیں۔ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ اپنے دین کی حفاظت کریں اور اس کو رہبانیت کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

ہم وحدت الوجودیوں کو مسلمان بنانا نہیں چاہتے بلکہ مسلمانوں کو ان کے تخیلات کے دام سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم حق پر ہیں تو خدا ہماری حمایت کرے گا اور اگر

ہم ناحق پر ہیں تو ہم فنا ہو جائیں گے۔ابن تیمیہ، ابنِ جوزی، زمخشری اور ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت عالمگیر غازی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی نے یہی کام کیا ہے اور ہمارا مقصد صرف اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا ہے اور کچھ نہیں۔''(مقالاتِ اقبال ص۱۷۸)

امام المجاہدین فی الہند حضرت سید احمد شہیدؒ

''جاوید نامہ میں بہت سی باتوں کا ذکر رہ گیا۔ میرا تو جی چاہتا تھا کہ سید احمد بریلوی اور سید احمد دہلوی کی روحوں کو بھی اس میں جمع کر دوں لیکن خیال نہ رہا۔ علاوہ اس کے اور بھی کئی باتیں میرے ذہن میں ہیں بلکہ میں نے بہ طور یادداشت کہیں لکھ بھی رکھا ہے۔ موقع ملا تو ان کا ذکر بھی کر دیا جائے گا۔''(اقبال کے حضور ص۶۴)

''عالم اسلام میں شعلۂ حیات کبھی افسردہ نہیں ہوا لیکن اٹھارہویں صدی میں اس نے کئی ایک ممالک کو اپنی گرفت میں لے لیا۔''

''یوں جن تحریکوں کا ظہور ہوا ان میں ایک علاقہ سا قائم ہو گیا۔ حالانکہ اکثر و بیشتر ان میں باہم کوئی تعلق نہیں تھا بجز سطحی مشابہت کے۔ مثلاً یہی کہ جہاں کہیں بدعات کے خلاف کوئی آواز اُٹھی اُسے بھی وہابیت سے تعبیر کیا گیا حتیٰ کہ حضرت سید احمد کی تحریک جہاد بھی وہابی تحریک ہی سے موسوم ہوئی۔''

ہم نے عرض کیا کہ آپ کے ارشادات کا مطلب گویا یہ ہے کہ وہابی تحریک تو آزادیٔ اجتہاد کی تحریک تھی اور مقصد ردِّ تقلید غیر اسلامی تصورات اور بدعات کی آلائشوں سے امت کی تطہیر اس کا مدعا تھا اِصلاح جیسا کہ آپ نے خود بھی فرمایا ہے۔

فرمایا ''یہ درست ہے''

پھر ارشاد ہوا اور اب اشارہ تحریکِ جہاد کی طرف تھا۔

''کوئی بھی تحریک ہو اُسے ناکامی اور کامرانی ہر طرح کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ تحریک جہاد کا ایک مرحلہ وہ تھا جو بالاکوٹ میں ختم ہوا۔

دوسرا وہ جب یہ تحریک سرحد میں محدود ہو کر رہ گئی اور گو ۱۸۶۲ء کے بعد انگریزی

حکومت کے خلاف ان کی سرگرمیاں سُست پڑگئیں۔ بایں ہمہ حکومت کو ان کی طرف سے کبھی اطمینان نہ ہوا۔ اس تحریک کے بچے کھچے عناصر ہندوستان میں بھی موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی انگریزوں کے خلاف کوئی تحریک اُٹھی تو انھیں بھی موقع ملا کہ اپنی دعوتِ جہاد کو ازسرِ نو خواہ کسی رنگ میں تازہ کریں۔'' (اقبال کے حضور ص ۳۲۱۔۳۲۲)

حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

سیالکوٹ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی لندن جرمنی سے اور میری حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ سے واپسی پر ان کے مکان پر میری ان سے ملک ہندوستان کے سیاسی حالات پر گفتگو ہو رہی تھی۔

اس کے دوران میں آپ نے فرمایا کہ ''اگر مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے بعد ان کے مرتبے کا ایک مولوی بھی پیدا ہو جاتا تو آج ہندوستان کے مسلمان ایسی ذلت کی زندگی نہ گزارتے۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۴۲۲)

ڈاکٹر مرحوم کہا کرتے تھے کہ ''ہندوستان نے ایک مولوی پیدا کیا اور وہ مولوی محمد اسمٰعیل کی ذات تھی۔'' (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ص ۵۰)

''مجدد الف ثانیؒ، عالمگیرؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیاء کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہِ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا۔'' (اقبال نامہ حصہ دوم ص ۴۹ بنام اکبر الٰہ آبادی)

''تاریخ تصوف سے فارغ ہو لوں تو تقویۃ الایمان کی طرف توجہ کروں۔ فی الحال جو فرصت ملتی ہے وہ اسی مضمون کی نذر ہوتی ہے۔''

''مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی عبقات، قاضی محبّ اللہ کے جوہر الفرد اور حافظ امان اللہ بنارسی کی تمام تصانیف کہاں سے دستیاب ہوں گی۔'' (اقبال نامہ حصہ اول ص ۱۲۲ بنام سید سلیمان ندوی)

مولانا سید جمال الدّین افغانی

سید السادات مولانا جمال زندہ از گفتارِ او سنگ و سفال

’’مولانا سید جمال الدین افغانی کی شخصیت کچھ اور ہی تھی۔ قدرت کے طریقے بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ مذہبی فکر وعمل کے لحاظ سے ہمارے زمانہ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ مسلمان افغانستان میں پیدا ہوتا ہے۔ جمال الدین افغانی دنیائے اسلام کی تمام زبانوں سے واقف تھے۔ ان کی فصاحت وبلاغت میں سحر آفرینی ودیعت تھی۔ اُن کی بے چین روح ایک اسلامی ملک سے دوسرے اسلامی ملک کا سفر کرتی رہی اور اس نے ایران، مصر اور ترکی کے ممتاز ترین افراد کو متاثر کیا۔

ہمارے زمانے کے بعض جلیل القدر علماء جیسے مفتی محمد عبدہٗ اور نئی پود کے بعض افراد جو آگے چل کر سیاسی قائدین بن گئے جیسے مصر کے زاغلول پاشا وغیرہ انہی کے شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے لکھا کم اور کہا بہت اور اس طریقہ سے ان تمام لوگوں کو جنھیں ان کا قرب حاصل ہوا چھوٹے چھوٹے جمال الدین بنا دیا۔

انہوں نے کبھی نبی یا مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا پھر بھی ہمارے زمانہ کے کسی شخص نے رُوحِ اسلام میں اس قدر تڑپ پیدا نہیں کی جس قدر کہ انھوں نے کی تھی۔ ان کی رُوح اب بھی دنیائے اسلام میں سرگرم عمل ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کی انتہاء کہاں ہوگی۔ (حرفِ اقبال ص ۱۴۹)

’’ہمارا فرض ہے کہ ماضی سے اپنا رشتہ توڑے بغیر اسلام پر بحیثیت ایک نظامِ فکر کے دوبارہ غور کریں۔ بظاہر شاہ ولی اللہ دہلوی نے سب سے پہلے بیداریٔ روح کا احساس دلایا مگر اس کام کی اہمیت کا اندازہ سید جمال الدین افغانی کو تھا جو اسلام کی ملی حیات اور ذہنی تاریخ میں عمیق نظر رکھنے کے علاوہ انسانی عادات وخصائل کا بے نظیر تجربہ رکھتے تھے۔ اُن کی نظر میں بڑی وسعت تھی۔‘‘ (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص ۱۵۲)

حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ

’’مشہور حدیث لا تسبوا الدھر ان الدھر ھو اللّٰہ‘‘ میں دہر (بمعنی Time) کا جو لفظ آیا ہے

اس کے متعلق مولوی سید انور شاہ صاحب سے جو دنیائے اسلام کے جید ترین محدثین

وقت میں سے ہیں میری خط و کتاب ہوئی۔" (انوارِ اقبال ص ۲۵۵)

"اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔" (بیس بڑے مسلمان ص ۳۷۵)

دارالعلوم دیوبند

"دیوبند ایک ضرورت تھی۔ اِس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل۔ وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے۔" (اقبال کے حضور ص ۲۹۳)

"میری رائے ہے کہ دیوبند اور ندوہ کے لوگوں کی عربی علمیت ہماری دوسری یونیورسٹیوں کے گریجویٹ سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔" (اقبال نامہ حصہ دوم ص ۲۲۳)

مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ

"بصیریؒ کو چادر عطا ہونا کئی روایت میں آیا ہے۔ گزشتہ خط میں اس کا حوالہ لکھنا بھول گیا تھا۔ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے شرح قصیدہ بُردہ میں منجملہ اور روایات کے یہ روایت بھی لکھی ہے۔" (اقبال نامہ حصہ اول ص ۸۸ بنام سید سلیمان ندوی)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ

"معارف" میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قبلہ کا ایک خط شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے طرفہ کا ایک مقبول عربی شعر نقل کیا ہے۔ کیا آپ یہ بتانے کی زحمت گوارا کر سکتے ہیں کہ یہ خط مالطہ سے کون سی تاریخ کو لکھا گیا تھا؟" (اقبال نامہ حصہ اول ص ۱۰۰ بنام سید سلیمان ندویؒ)

ترکِ موالات کے مسئلے پر انجمن حمایتِ اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس مورخہ ۱۴ر نومبر ۱۹۲۰ء میں تقریر کرتے ہوئے اقبال نے کہا:

"اس عرصے میں میرے پاس متعدد فتوے موصول ہو چکے ہیں جن میں علمائے ہند کا ایک فتویٰ ہے جس پر اُنتالیس علمائے کرام کے دستخط ہیں۔ علمائے فرنگی محل، علمائے دہلی، علمائے مدرسہ الٰہیات کانپور کے فتوے بھی موصول ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ صاحب کا فتویٰ بھی پہنچا ہے۔" (اقبال اور انجمن حمایت

اسلام ص ۹۷)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

''مولوی اشرف علی جہاں تک مجھے معلوم ہے وحدت الوجود کے مسئلے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے ان کی کتاب عمدہ ہوگی۔'' (مکاتیب بنام محمد نیاز الدین خاں ص ۷)

''حضرت! مَیں نے مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے۔ آپ نے شاید اسے سکر کی حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپ کو وحدت الوجود نظر آتا ہے۔ مولوی اشرف اعلی صاحب تھانوی سے پوچھیے وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں مَیں اس بارے میں اُنہی کا مقلد ہوں۔''

(مقالاتِ اقبال ص ۱۸۰، بنام خواجہ حسن نظامی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

''مَیں اُن کے احترام میں کسی اور مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں۔'' (انوارِ اقبال ص ۱۶۷)

''مَیں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا...... ''

''مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں مَیں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔'' (مکتوب بنام مدیر احسان، انوارِ اقبال ص ۱۷۰)

ندوۃ العلماء لکھنؤ

میرا ایک مدت سے یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جو سیاسی اعتبار سے دیگر ممالک اسلامیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے دماغی اعتبار سے ان کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اسلامی ہند کی آئندہ نسلوں کی نگاہوں میں ''ندوۃ'' علی گڑھ سے زیادہ کارآمد ثابت ہو۔''

(اقبال نامہ حصہ اول ص ۱۴۸، ۹ بنام سید سلیمان ندوی)

مولانا شبلی نعمانیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ

''مَیں چاہتا تھا کہ جس طرح پنجاب والوں کو صوبہ متحدہ کے علماء فصحا سے اس سے پیشتر فائدہ پہنچا ہے اب بھی وہ سلسلہ آپ کے یہاں رہنے سے بدستور جاری رہے۔ مولانا شبلی مرحوم کی زندگی میں مَیں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مولانا مرحوم پنجاب میں مستقل طور پر اقامت گزیں ہوجائیں مگر میری کوشش بارآور نہ ہوئی۔''

(مکتوب بنام سلیمان ندویؒ)

''مولانا شبلیؒ کے بعد آپ اُستاذ الکل ہیں۔''(ایضاً ص ۸۰)

''رات کو سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ رہتا تھا۔ مولانا مرحوم نے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے جس کا صِلہ دربارِ نبویؐ سے عطا ہوگا۔''(اقبال نامہ حصہ اول ۸۵)

''آپ امت محمدیہؐ کے خاص افراد میں سے ہیں اور اس مامور من اللہ قوم کے خاص افراد کو ہی امر الٰہی ودیعت کیا گیا ہے۔

فرقۂ یاسیہ کو چھوڑ کر فرقۂ رجائیہ میں آجایئے۔ جس سے حقیقت کو آپ زیر پردہ دیکھ چکے ہیں۔ اس کی بے نقابی کا زمانہ قریب ہے۔''

(اقبال نامہ حصہ اول ص ۹۸)

''اگر میری نظر اس قدر وسیع ہوتی جس قدر آپ کی ہے تو مجھے یقین ہے کہ مَیں اسلام کی کچھ خدمت کرسکتا فی الحال انشاء اللہ آپ کی مدد سے کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔''(اقبال نامہ حصہ اوص ۱۵۱،۱۵۲ بنام سید سلیمان ندوی)

مولانا ابوالکلام آزاد

''الحمدللہ کہ مولانا آزاد کو آزادی ملی۔ مولانا آزاد اب کہاں ہیں؟
پتہ لکھیے کہ ان کی خدمت میں عریضہ لکھوں۔''

(اقبال نامہ حصہ اول ص ۱۰۰،۱۰۱)

''میرے دل میں مولانا ابوالکلام کی بڑی عزت ہے اور ان کی تحریک سے ہمدردی۔''(اقبال نامہ حصہ اول ص ۱۱۱)

مولانا محمد علی جوہر

یک نفس جانِ نزارِ او تپید اندر فرنگ
تا مژہ برہم زنیم از ماہ و پرویں در گزشت

اے خوشا مشتِ غبارِ او کہ در جذبِ حرم
از کنارِ اندلس از ساحلِ بربر گزشت

خاکِ قدس او را بآغوشِ تمنا در گرفت
سوئے گردوں رفت زاں را ہے کہ پیغمبر گزشت

می نہ گنجد جز بآں خاکی کہ پاک از رنگ وبوست
بندۂ کو از تمیز اسود و احمر گزشت

جلوۂ او تا ابد باقی بچشمِ آسیاست
گرچہ آں نور نگاہی خاور از خاور گزشت

مولانا غلام مرشدؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا ظفر علی خاں مرحوم وغیرہ

بخدمت مولانا غلام مرشد، مولانا احمد علی، مولانا ظفر علی خاں، سید حبیب، مولوی نور الحق، سید عبدالقادر اور مولانا مہر صاحبان

جناب مکرم السلام علیکم!

ایک نہایت ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے۔ آج آٹھ بجے شام غریب خانہ پر تشریف لا کر مجھے ممنون فرمائیے۔ مشورہ طلب امر نہایت ضروری ہے۔ امید ہے کہ آپ تکلیف معاف فرمائیں گے۔ مخلص محمد اقبال بیرسٹر لاہور ۵ ر ستمبر ۲۹ء

''ضروری امر جیسا کہ مہر صاحب بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے فقہی مسائل کے

متعلق مشورہ تھا۔'' (انوارِ اقبال ص۹۳،۹۴)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

''شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں۔'' (چٹان سالنامہ ۱۹۶۲ء ص ۱۷)

''مجھے مجلس خلافت کے ان ارکان سے ہمدردی ہے جو اپنی مجلس کی تجویز کے مطابق نیک نیتی سے یہ سمجھتے ہوئے قید ہوئے کہ وہ ایک پاک مقصد کی خاطر ایثار کر رہے ہیں۔ خاص کر مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور خواجہ عبدالرحمٰن غازی ایسے مشہور کارکنوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔ ہمیں ان کی بعض رایوں سے خواہ اختلاف بھی ہو لیکن عقل اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خوبیوں کا بھی اعتراف بھی کیا جائے۔ وہ قومی کاموں میں بہت حصہ لیتے ہیں اور ضرورت کے وقت بڑا ایثار دکھاتے ہیں۔'' (گفتارِ اقبال ص۴۰،۴۱)

علامہ اقبال مرحوم نے یہ نظم ۱۹۲۱ء میں لکھی تھی جب تحریک خلافت شباب پر تھی اور شاہ صاحبؒ تین سال کیلئے زندانِ فرنگ میں اسیر و محبوس کر دیے گئے تھے۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند

مشکِ ازفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہوکر نافۂ آہو میں بند

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

شہپرِ زاغ و زغن دربند قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

''شاہ جی'' مرتبہ نذیر مجید ص ۳۹۶ جدید بک ڈپو لاہور ۱۹۶۵ء (بحوالہ سوانح حیات سید عطاء

اللہ شاہ بخاری از خان کابلی۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء)

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

مولانا مرحوم کو اقبال سے بڑی اُنسیت تھی، اگر چہ مجھے ان کی چند ہی تقریریں سننے کا اتفاق ہوا، ان تقریروں میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ اقبال کے اشعار برموقعہ ومحل اس انداز میں پڑھتے تھے کہ سننے والا پھڑک جاتا تھا، اقبال کو بھی مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے ہی قادیانیت کے زہریلے اثرات کے متعلق آگاہ کیا تھا، اس بات کا تو قادیانی بھی اعتراف کرتے ہیں کہ مجلس احرار اسلام نے ہی اقبال کو باقاعدہ طور پر قادیانیت سے بدظن کیا۔

۱۹۳۷ء میں جب راقم اپنے پھوپھا مولانا سید طلحہ حسینی مرحوم کے ساتھ اقبال مرحوم سے ملنے لاہور گیا تو ہم نے مولانا کو اقبال کے مکان میں ان سے گفتگو کرتے دیکھا، اس وقت مولانا کے بڑے صاحبزادے مولانا خلیل الرحمٰن بھی ان کے ساتھ تھے، کچھ دیر بعد مولانا روانہ ہونے لگے تو ہم دیکھا کہ مولانا حبیب الرحمٰن کو الوداع کہنے کے لیے اقبال بیماری کے باوجود کمرے سے باہر تک آئے، اس نیک کام میں ہم نے بھی اقبال کا ساتھ دیا، مولانا کے جانے کے بعد اقبال نے بڑے ہی اچھے الفاظ میں مولانا کی خدمات کو سراہا، فرمایا کہ

"مولانا حبیب الرحمٰن ان لوگو میں سے ہیں جن کی قربانیوں کے صدقے ہندوستان کو آزادی نصیب ہوگی، ہم لوگ تو صرف لفاظی کرتے رہ گئے"

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے اقبال کو قادیانیت کے متعلق آگاہ کرنے کے لیے مولانا حبیب الرحمٰن مکّی کو ان کے پاس بھیجا تھا،...... اس کی تصدیق مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے نام اقبال کے ایک مکتوب سے بھی ہوتی ہے، جس میں اقبال نے بڑے اچھے الفاظ میں مولانا کا اس بات کا شکریہ ادا کیا ہے...... نیز مکاتیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال کے ساتھ مولانا مرحوم کے پرانے تعلقات تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب

آلِ سعود نے حرمین میں اقتدار سنبھالا تو انہوں نے کچھ ایسے اقدامات کیے جن سے ہندوستان میں بے چینی کی فضاء پیدا ہوگئی۔تو اس وقت علماءِ ہند کا ایک وفد حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم کی قیادت میں حجاز مقدس گیا اس میں مولانا حبیب الرحمٰنؒ بھی شامل تھے......مقصد ان اقدامات کا جائزہ لینا تھا۔اس سفر میں وفد نے وہاں کے حکام سے بھی ملاقاتیں کی تھیں۔واپسی پر مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے کسی اخبار میں ایک بیان بھی جاری کیا تھا۔جس کے متعلق اقبال نے باقاعدہ مولانا حبیب الرحمٰنؒ سے تحریراً وضاحت طلب کی۔یہ ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے۔(مکاتیبِ رئیس الاحرارؒ پر تأثرات)

نوٹ:۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ساتھ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے کیسے تعلقات تھے،اس کے متعلق آئندہ صفحات میں تفصیلاً ذکر آئیگا۔

مجلس احرار اسلام کے متعلق فیصلہ

’’مَیں نے کہا آپ کے نزدیک موجودہ ہندی اسلامی تحریکوں میں کون سی تحریک مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے؟

آپ نے فرمایا’’عموماً ان تحریکوں کے قائد جاہل ہیں۔‘‘احرار کے متعلق کہا ان سے کسی قدر اصلاح کی امید ہوسکتی ہے۔‘‘

(ملفوظاتِ اقبال ۶۸)

علماء کرام کی ڈاکٹر اقبال مرحوم کی الیکشن مہم میں شرکت

جلسوں کا سلسلہ اکتوبر ۱۹۲۶ء سے شروع ہوا۔ان جلسوں میں مولانا غلام مرشد اور ملک لال دین قیصر کے علاوہ جو معروف شخصیتیں تقریریں کرتی تھیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔مولانا محمد بخش مسلم،حفیظ جالندھری،ڈاکٹر سیف الدین کچلو،مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری،مولانا ظفر علی خان،مولانا حبیب الرحمٰن مولانا مظہر علی اظہر۔بڑے بڑے جلوس بھی نکلتے جن میں اقبال شامل ہوتے۔(زندہ رُود۔جلد ۳،صفحہ ۱۶)

(جاری ہے)

اذان کیساتھ درود و سلام کی شرعی اور فقھی حیثیت

اوردرود ابراہیمی کی نماز سے باہر حیثیت واہمیت

اذان کے ساتھ درود شریف

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے لیے اس مقام کی دُعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائیگی۔ (مسلم شریف: ص 166، جلد اول)

اذان سے پہلے مؤذن کے لیے درود وسلام پڑھنا

اس کی وضاحت سے پہلے تمہیداً یہ سمجھئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میری اور میرے صحابہ کرام ؓ کی سنت کو لازم پکڑو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ پاک اور صحابہ ؓ کرام کے زمانہ میں کیا مؤذن اذان سے پہلے متصل یا وقفہ کیساتھ درود پاک پڑھتا تھا مختصراً خلاصہ دلائل سے پیش کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے سامنے مدینہ منورہ میں دس سال اذان دی جاتی رہی۔

خلفاء راشدین کے دور میں تیس سال اذان دی جاتی رہی اور سو سال تک عہد صحابہ وتابعین ؓ میں اذان دی جاتی رہی۔ کسی دور میں بھی اذان سے پہلے یا بعد فصل کر کے جہراً درود شریف نہیں پڑھا گیا اور آٹھ صدیوں تک مسلمان اسی طریقہ سے اذان دیتے رہے۔

آپ خود فیصلہ کریں کہ اذان دینے کا افضل طریقہ ہی وہ ہے جس طریقہ سے عہد رسالت ﷺ اور عہدِ صحابہ ؓ میں اذان دی جاتی تھی یا وہ افضل طریقہ ہے جو آٹھویں صدی کے بعد ایجاد ہوا؟ ہمیں پوری امانت اور دیانت کے ساتھ یہ ماننا پڑے گا کہ

اذان دینے کا افضل طریقہ وہی ہے جو آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے زمانہ میں رائج رہا اگر کھلے ذہن سے اس پر غور کیا جائے تو مسئلہ حل ہے۔

غیر سنت کو سنت قرار دینا

اگر چہ اذان سے پہلے درود وسلام حرام یا نا جائز نہیں ہے لیکن اس کو سنت سمجھ کر پڑھنا یہ بھی درست نہیں ہے۔

دلیل: حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں بھی کہتا ہوں الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ لیکن حضورﷺ نے ہمیں چھینک کے جواب میں اس طرح تعلیم نہیں دی ہے بلکہ ہمیں چھینک کے بعد تعلیم یہ ہے الحمدللہ علی کل حال۔ (ترمذی شریف) اب جس شخص نے چھینک کے بعد الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ کہا اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے دل میں حضرت ابن عمر سے حضورﷺ کی زیادہ محبت تھی یا معاذ اللہ فرمایا حضرت ابن عمرؓ کے دل میں بغض تھا۔ اُنہوں نے چھینک کے بعد درود شریف پڑھنے سے منع فرمایا بلکہ حضرت ابن عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ جو عبادت جس طرح مقرر کی گئی حضورﷺ کی تبع میں اس کو اسی طرح ادا کرنا چاہیے۔ الغرض اذان کیساتھ درود پاک پڑھنے کا جو طریقہ حضور نبی کریم ﷺ سے اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے مقرر ہے اسی طرح پڑھنے میں بہتری ہے۔

ایک خصوصی عرض : یہ مسئلہ کوئی نزاعی نہیں ہے کیونکہ حضورﷺ پر درود پاک پڑھنا بہت بڑی فضیلت ہے اس کو باعث نزاع بنانا مناسب نہیں ہے۔ میری تمام حضرات سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اختلاف اور فتنہ بہت بڑا گناہ ہے۔ فتنہ اور اختلاف سے بچنے کے لیے بعض مرتبہ حقیقت کو بھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال ہمارے پاس سنت رسولﷺ کی صورت میں ہے جب صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائط لکھی جارہی تھیں ان میں آپﷺ نے یہ عبارت لکھوائی ہذا افقی علیہ محمد رسول اللہ۔ مشرکین نے کہا ہم آپ کو اللہ کا رسول ہی نہیں مانتے ...... آپ لکھیں محمد بن عبداللہ جب وہ اس پر ڈٹ گئے تو آپﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور حضرت علی کو حکم دیا کہ آپ لفظ رسول اللہ کو مٹا دیں اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھیں اگر چہ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں جرأت نہیں کرسکتا آپﷺ نے خود آپنے دست اقدس سے رسول اللہ کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھ دیا تا کہ صلح کا معاملہ طے ہوجائے اوراس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسی طرح جو لوگ اذان ے پہلے صلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں انہیں روکا نہ جائے کیونکہ اس سے فتنہ اور اختلاف کا خدشہ ہے اور جو نہیں پڑھتے ان کو گستاخ اور بے ادب نہ کہا جائے کیونکہ جو چیز قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے اس پر عمل نہ کرنے سے کوئی گستاخ یا بے ادب نہیں ہوجاتا اگر اذان سے پہلے درود وسلام نہ پڑھنا گستاخی ہے تو اس سے (

نعوذ باللہ) صحابہ کرامؓ بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔

اذان سے پہلے یا بعد میں مؤذنوں کے درود سلام پڑھنے کی ایجاد

اذان کے بعد سلام درود وسلام پڑھنے کی ایجاد ہجری 781 کو ہوئی ہے۔علامہ شمس الدین سخاویؒ القول البدیع میں لکھتے ہیں کہ اس کی ابتدا سلطان ناصر، صلاح الدین ابوالمظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ سے ہوئی ہے اس کا سبب یہ ہوا کہ ان سے پہلے جب حاکم ابن العزیز کو قتل کیا گیا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے وہ سلام یہ تھا ''السلام علی الامام الظاہر'' اس کے بعد یہ طریقہ بعد میں آنے والے خلفاء میں جاری رہا لیکن جب سلطان صلاح الدین کا دور آیا تو اس نے اس بدعت کو ختم کرنے کیلئے یہ طریقہ رائج کیا کہ اذان کے بعد کسی بادشاہ پر سلام پڑھنے کی بجائے حضور نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھا جائے اور اس وقت یہ کلمات شامل کیے گئے الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ (ﷺ) پھر اس عمل کو بعض علماء نے مستحب سمجھا بعض نے مکروہ سمجھا بعض نے اسکو جائز سمجھا لیکن یہ رائج اس بدعت کو ختم کرنے کیلئے کہا گیا تھا۔محفوظ حوالہ (القول البدیع صفحہ 192,93) الغرض آٹھویں صدی کے بعد ایک مصلحت کے تحت اسکی ایجاد ہوئی لیکن افضل واعلیٰ طریقہ وہی ہے جو حضور ﷺ کے زمانۂ پاک سے لے کر صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں تھا۔

درود ابراھیمی کی فضیلت:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی الیلہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت کعب بن عجرہ نے کہا کہ میں تجھے وہ ہدیہ نہ دوں جو میں نے آپ ﷺ سے سنا۔ کہنے لگے حضور ﷺ ایک بار ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے یہ تو جان لیا کہ آپ کو سلام کیسے پیش کریں اور ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا **قولو اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ال ابراھیم انک حمید مجید.** بعض احادیث میں علی ابراہیم وعلی ال ابراہیم کے الفاظ مذکور ہیں یہ مطلقاً درود پڑھنے کا حکم ہے اور یہ افضل درود ہے کیونکہ ہم اگر صرف حضور ﷺ کی ذات اور آپ ؐ کی آل پر درود پڑھتے ہیں تو وہ صرف آپ ﷺ اور آپ کی اولاد پر ہوگا اور اگر

ہم درود ابراہیمی پڑھیں گے ابراہیم علیہ السلام کی آل میں انبیاء علیہم السلام بھی ہیں اور ان کی صالحین اولاد بھی ہے اور اس میں حضور ﷺ کی ذات اور آپ کی آل بھی شامل ہے تو یہ درود پاک سب کو شامل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز افضل ترین عبادت ہے اس میں افضل ذکر ہے، قرآن مجید نماز میں پڑھنا ہے اور نماز میں درود ابراہیمی پڑھنے کا حکم ہے تا کہ افضل عبادت میں افضل درود پاک پڑھا جائے کیونکہ قرآن مجید ہو یا درود پاک ہو نماز سے باہر پڑھنے سے نماز میں پڑھنا افضل ہے۔

درود ابراهیمی کے بارے میں مولانا احمد رضا خان کا نظریه

حضرت مولانا احمد رضا خانؒ کہتے ہیں سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل عمل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے یعنی درود ابراہیمی (حوالہ فتاویٰ رضویہ 6 صفحہ 183)

نوٹ: الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ بھی درود پاک ہے۔ **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد** یہ بھی درود پاک ہے لیکن پہلی صورت میں براہِ راست حضور ﷺ کی خدمت میں صلوٰۃ والسلام پیش کیا جارہا ہے کہ آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو لیکن دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو پیش کر کے آپ پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جارہا ہے اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جو ہم براہِ راست بھیج رہے ہیں وہ افضل ہے یا وہ جو اللہ کے واسطہ سے بھیج رہے ہیں۔

اپیل: اپنے زعم میں میرا یہ تحریری کام اصلاح کیلئے ہے۔ بعض میری اس تحریک کو کسی مخصوص جماعت کے حق میں یا مخالفت میں محسوس کرتے ہیں۔ یہ ایسے نہیں ہے میں صرف اتفاق امت کیلئے مسائل کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔ میرا کام صرف آپ تک اس کو پہنچانا ہے منوانا میرے فرائض میں نہیں ہے۔ اللہ عزوجل کی توفیق سے عمل نصیب ہوگا۔

تمام علماء اکرام کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ اذان کے ساتھ درود وسلام کوئی مسئلہ نہیں ہے اور جو اصل میں مسئلہ ہے کہ اذان کو خاموشی سے سنا جائے اذان کا جواب دیا جائے اور اذان کے بعد آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے اور دعا اذان پڑھی جائے اس پر بہت کم عمل ہے۔

کتنے مؤذن ہوں گے جو بڑے زور وشور سے اذان سے پہلے درود وسلام پڑھتے ہیں لیکن ان سے دعا اذان سنی جائے تو اکثر کو یہ دُعا یاد نہیں ہوگی آپ اس سنت کی طرف لوگوں کو توجہ دلائیں۔

سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ

حضرت حسن علی مرتضیٰ کے فرزند اکبر حضرت فاطمہ کے لخت جگر اور حضور ﷺ کے شکل وصورت میں آپ کے قریب اور بہت مشابہ تھے۔ آپ ہجرت کے تیسرے سال رمضان المبارک میں پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کو جب پیدائش کی خبر ملی تو آپؐ حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اپنے نواسہ کو دیکھا پیار فرمایا کان میں اذان دی اور پوچھا کہ کیا نام رکھا ہے بتایا گیا کہ حرب رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کا نام حسن ہے۔ حضور ﷺ نے ساتویں دن حضرت حسن کا عقیقہ کیا بچے کے سر کے بال اتارے گئے اور اس کے ہم وزن چاندی خیرات فرمائی۔

وزنت فاطمة بنت رسول الله ﷺ شعر حسن وحسین وزینب وام کلثوم فتصدقت بزنة ذلك فضة (مؤطا امام مالک ص ۳۳۶)

عمران بن سلیمان کہتے ہیں کہ حسن حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں عرب میں اس سے پہلے کبھی یہ دو نام نہیں رکھے گئے (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۴) مفضل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دو نام اس سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کیے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے اپنے نواسوں کے نام رکھے (ایضا)

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں کہ:

حسن کو مشابہت رسول حاصل تھی سینہ سے سر تک اور حسین سینہ سے قدم مبارک تک اپنے نانا کے مشابہ تھے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۳۳)

حضرت سیدہ فاطمہ اپنے لخت جگر حضرت حسن کے بارے میں فرماتی ہیں:

بابی شبه النبی لیس شبیها بعلی (مسند احمد (باقی مسند الانصار)

حضرت ابو جحیفہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے آپ نے کہا ہاں اور حسن بن علی آپ کے بہت مشابہ ہیں (معرفۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۵)

آپ ہمیشہ حضور ﷺ کی شفقت ومحبت بھری نگاہوں کے سامنے رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ آپ کو گود

میں لیا کرتے تھے چومتے اور اپنے کندھے پر سوار کرا کر ان سے کھیلا کرتے تھے۔آپؐ انہیں دیکھنے کے لیے روزانہ حضرت فاطمہ کے گھر آتے تھے۔آپؐ نماز کی حالت میں ہوتے حضرت حسن کبھی آپؐ پر چڑھ جاتے کبھی آپ کی ریش مبارک سے کھیلتے کبھی آپ کی دو ٹانگوں کے درمیان سے ہو کر دوسری طرف نکل پڑتے ۔حضورﷺ کو اپنے نواسہ کی یہ ننھی ادائیں بہت اچھی لگتی تھیں جب آپ نماز سے فارغ ہو جاتے تو انہیں گود میں لے لیتے ۔انہیں چومتے اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دیتے تھے اور حضرت حسن اسے چوستے تھے۔ایک مرتبہ حضرت حسن کو پیاس لگی حضورﷺ کے قریب پانی نہ تھا حضورﷺ نے اپنی زبان مبارک حضرت حسن کے منہ میں رکھ دی وہ چوستے رہے یہاں تک کہ ان کی پیاس جاتی رہی اور وہ سیراب ہو گئے (کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۵۳)

حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ:

(البدایہ ج ۸ ص ۳۶)

’’جن ہونٹوں اور زبان کو رسول اللہ ﷺ چوسا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز عذاب نہیں دے گا‘‘۔

حضرت حسنؓ کبھی نگاہوں سے دور نکل جاتے تو حضورﷺ پریشان ہو جاتے اور انہیں ڈھونڈنے کے لیے خود ہی نکل پڑتے تھے۔ان کو کوئی تکلیف ہوتی تو آپؐ پریشان ہو جاتے اور جب تک وہ تکلیف دور نہ ہوتی آپ کو چین نہ آتا تھا۔حضرت حسنؓ بیمار ہوتے تو حضورﷺ تشریف لاتے آپ اپنے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو بھی لاتے تھے۔آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے حضرت حسن کو گود میں لے کر صرف ان کی محبت کا اعلان نہیں کیا بلکہ سامعین کو بتایا کہ وہ یہ بات ان لوگوں تک بھی پہنچا دیں جو اس وقت یہاں نہیں ہیں قبیلہ ازدشنوۃ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ حضورﷺ نے حضرت حسن کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا:

من احبنی فلیحبه ولیبلغ الشاهد الغائب (مستدرک ج ۳ ص ۱۷۳ مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۶۔تاریخ الخلفاء ۱۴۵)

’’جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کو ضروری ہے کہ حسن سے محبت رکھے اور جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ بات ان لوگوں کو پہنچا دیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں‘‘۔

حضورﷺ کے پاس کچھ صدقہ کی کھجوریں آئی تھیں اتنے میں حضرت حسنؓ کھیلتے ہوئے وہاں آ گئے

اور ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی آنحضرت ﷺ کی نظر پڑ گئی آپ نے فوراً ان کے منہ سے کھجور نکالی اور فرمایا:

انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۷۶)

کیا تمہیں پتہ نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے

حضرت حسن آٹھ سال کے تھے کہ حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کے سر سے صرف شفیق نانا ہی نہیں نبی آخر الزماں کا بابرکت سایہ بھی اٹھ گیا تھا۔

حضرت ابوبکر خلیفۃ الرسول ہوئے آپ کو معلوم تھا کہ حضور ﷺ حضرت حسن کو کس قدر چاہتے ہیں آپ بھی ان سے اسی تعلق سے بہت محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے اور انہیں حضور ﷺ کے مشابہ بتاتے تھے ایک دن آپ نماز عصر پڑھ کر نکلے آپ کے ساتھ حضرت علی بھی تھے تو دیکھا کہ حضرت حسن کھیل رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے انہیں اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا اور فرمایا کہ اے علی! بخدا یہ تو نبیؐ کے مشابہ ہے تیرے مشابہ نہیں حضرت علی نے یہ سنا تو آپ ہنس پڑے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ و ص ۵۳۰ ابویعلی ج ۱ ص ۵۱ سنن کبری ج ۵ ص ۴۹)

حضرت عمر فاروق کا دور خلافت آیا تو تو آپ دس سال کے ہو چکے تھے حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے تعلق کا پورا پورا لحاظ رکھا اور ان کو اسی نگاہ سے دیکھا حضرت عمرؓ نے جب کبار صحابہ کے وظائف مقرر کیئے تو حضرت حسن گو اس صف میں نہ تھے لیکن آپ نے محض قرابت نبوی کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کا وظیفہ بھی وہی رکھا جو اجلہ صحابہ کا رکھا تھا یعنی پانچ ہزار ماہانہ مقرر کیا (فتوح البلدان ۱۴۶)

حضرت عثمان غنیؓ کا دور خلافت آیا تو آپ بیس بائیس سال کے حسین اور خوبرو نوجوان تھے اور آپ حضرت عثمان کی جانب سے طبرستان کی طرف جانے والی فوج میں شریک ہوئے اس فوج کے سربراہ حضرت سعید بن العاص تھے (ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقد كان الصديق يجله ويعظمه ويكرمه ويحبه ويتفداه و كذلك عمر بن الخطاب ......
و كذلك عثمان بن عفان يكرم الحسن والحسين ويحبهما (البدایہ ج ۸ ص ۳۸)

حضرت ابوبکر صدیق حضرت حسن کا بہت زیادہ اکرام واحترام کرتے تھے اور آپ سے محبت کرتے تھے

آپ پر فدا ہوتے تھے اور حضرت عمر کا بھی یہی حال تھا...... اور ایسا ہی حضرت عثمان کا حال تھا آپ حضرات حسنین کا اکرام اور ان سے محبت فرماتے تھے۔

حضرت عثمان غنی کے خلاف جب بغاوت نے زور پکڑا اور باغیوں نے حضرت عثمان کے مکان کا گھیراؤ کر لیا تو حضرت حسن نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ یہاں سے کہیں دور نکل جائیں اگر آپ کے ہوتے ہوئے یہ حادثہ پیش آ گیا تو لوگ آپ کو موردِ الزام ٹھہرائیں گے چونکہ باغی گروہ حضرت علی پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا اس لیے آپ مدینہ منورہ سے باہر نہ نکل پائے اور حضرت عثمان غنی مظلوماً شہید کر دیئے گئے تاہم آپ نے حضرت حسن کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور کیا تھا اور انہوں نے اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ آخری وقت تک حضرت عثمان کی حفاظت کی آپ زخمی بھی ہوئے مگر باغیوں نے چھت کی راہ سے اتر کر حضرت عثمان کو شہید کر دیا جب حضرت علی کو تو آپ حضرت حسن پر بہت ناراض ہوئے اور ان کو طمانچہ مارا...... ولطم الحسن (مروج الذہب ج ۲ ص ۳۵ للمسعودی الشیعی) کہ تم نے حضرت عثمان کی حفاظت میں کوتاہی کیوں کی تھی کہ دشمن کو اپنا کام کرنے کا موقع مل گیا (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۴)

حضرت علی مرتضٰی کے دورِ خلافت میں آپ اپنے والد محترم کے ساتھ رہے اور جو بات مفید سمجھتے اسے والد گرامی کی خدمت میں عرض کر دیتے تھے آپ نے جنگ جمل اور جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی کو روکنا بھی چاہا تھا تاہم ایسا نہ ہو سکا تو پھر آپ نے اہل کوفہ کو حضرت علی مدد کے لیے کہا اور لوگ آپ کی تقریر سن کر حضرت علی کی حمایت میں آگے بڑھے۔

حضرت علی مرتضٰی پر جب قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ نقل وحرکت سے معذور ہو گئے تو آپ نے حضرت حسن کو جمعہ کی نماز کی امامت کے لیے حکم دیا اور حضرت حسن نے خطبہ جمعہ دیا تھا۔ حضرت علی کے مرض الوفات میں بعض لوگوں نے آپ سے حضرت حسن کی خلافت کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس بات کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے روکتا ہوں (طبری) جب حضرت علی کا انتقال ہوا تو حضرت حسن نے اپنے والد محترم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی مرتضٰی کی تدفین کے بعد لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی تو آپ نے پھر ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت علی کے دل میں اپنے بیٹے حسن کا بہت احترام تھا ایک مرتبہ فرمایا کہ تم کبھی تقریر کرتے تو میں بھی

سنتا کہنے لگے کہ مجھے آپ کے سامنے زبان کھولتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت علی ایک روز ایسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں حضرت حسن انہیں نہ دیکھ سکیں چناچہ حضرت حسن نے تقریر فرمائی جب وہ تقریر کرکے چلے گئے تو حضرت علی کی زبان نکلا ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم (البدایہ ج۸ص۳۷)(یعنی یہ ایک ہی تو ذریت ہے جس میں ایک دوسرے کا بیٹا ہے)

آپ خاموش طبع تھے تاہم جب گفتگو فرماتے تو سب کا جی چاہتا کہ آپ سلسلہ کلام جاری رکھیں اور خاموش نہ ہوں آپ لڑائی جھگڑے کے کسی معاملہ میں نہ پڑتے اور نہ کسی کے معاملہ میں دخل اندازی کرتے ہاں جب کوئی ان کے پاس آتا تو آپ بات کو دلیل سے سمجھا دیا کرتے تھے آپ کی زبان سے کبھی کوئی غلط اور فحش بات نہیں سنی گئی (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۵)

حضرت حسن صورت وسیرت دونوں میں حضور ﷺ کے بہت مشابہ تھے بالخصوص آپ شکل وصورت حضور ﷺ بہت ملتی تھی۔ حضرت علی فرماتے ہیں سر سے سینہ تک آپ حضور ﷺ سے بہت مشابہ تھے حضرت ابوبکر صدیق نے بھی حضرت علی مرتضیٰ سے یہ بات کہی تھی۔

حضرت حسن کثیر الازواج کے ساتھ مطلاق بھی تھے کان کثیر االتزوج وکان مطلاقا (البدایہ ج ۸ص ص ۳۸) آپ کے عقد میں یکے بعد دیگرے بہت عورتیں آئیں اور کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ نے انہیں جدا کر دیا حضرت علی مرتضیٰ اس سے کچھ کچھ پریشان تھے اور انہوں نے چاہا کہ لوگ انہیں لڑکی نہ دیں تاہم آپ کی بات پر لوگوں نے زیادہ دھیان نہ دیا ہر شخص کی خواہش تھی کہ اس کی بیٹی حضرت حسن کے عقد میں آئے خواہ اسے کچھ وقت کے لیے ہی ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملے۔ حضرت حسن کا اپنی ازواج کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رہتا تھا ان کے عقد سے نکل جانے کے باوجود وہ آپ کے حسن سلوک کی تعریفیں کرتیں تھیں۔

حضور ﷺ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸ سال تھی اس لیے براہِ راست آپ کے علوم سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا البتہ آپ نے اپنے والد محترم اور دیگر اجلہ صحابہ سے بھرپور علمی استفادہ کیا حضرت حسن سے کل مرویات کی تعداد ۱۳ ہے اور ان میں زیادہ تر حضرت علی سے مروی ہیں (تہذیب الکمال ص ۷۸) حافظ ابن عبدابر مالکی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

حفظ الحسن بن علی عن رسول اللہ ﷺ احادیث ورواھا عنہ منھا حدیث الدعاء فی

القنوت و منها انا آل محمد لاتحل لنا الصدقة (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۷۶)

آپ علم وفضل میں اس کمال پر تھے کہ مدینہ منورہ میں جو لوگ منصب افتاء پر فائز تھے ان میں سے ایک آپ بھی تھے آپ کے فتاوی کی تعداد زیادہ نہیں ملتی (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲) آپ اپنے وقت کے بہترین خطیب تھے۔

حضرت حسن کا محبوب ترین مشغلہ عبادت الٰہی تھا حضرت امیر معاویہ کہتے ہیں کہ آپ مسجد نبوی میں نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے تھے اور پھر لوگوں کو ملاقات کا موقع عطا فرماتے دن چڑھ جاتا تو آپ نماز چاشت ادا کرتے اور پھر ازواج مطہرات کے خدمت میں سلام کے لیے جاتے اور پھر اپنا کام کر کے دوبارہ مسجد میں چلے جاتے تھے۔

حضرت حسن کا روزانہ کا معمول تھا کہ سونے سے قبل سورہ کہف تلاوت فرماتے آپ نے اسے ایک تختی پر لکھا ہوا تھا آپ جہاں شب گزارتے یہ تختی بھی آپ کے ساتھ ہوتی تھی (البدایہ ج ۸ ص ۳۷) آپ نے کبھی اس کا ناغہ نہیں فرمایا۔

آپ جب مکہ مکرمہ جاتے تو آپ کا زیادہ وقت خانہ کعبہ میں گزرتا اور طواف فرماتے آپ نے ۲۵ کے قریب حج کیے ہیں جن میں بیس حج پیا پا تھے (مستدرک ج ۳ ص ۱۸۵ معرفۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۳) آپ کے پاس سواری کا سامان موجود ہوتا مگر آپ پیدل چلتے تھے (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۴) آپ فرماتے تھے کہ میں خدا کے گھر سوار کے ساتھ نہیں جانا چاہتا پیادہ پا حاضر ہونا چاہتا ہوں (اسد الغابۃ ۲ ص ۱۸) زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی و بے نیازی آپ کا خاص وصف تھا آپ نے اپنی انگوٹھی پر بھی تقویٰ کی بات لکھوائی تھی آپ انفاق فی سبیل اللہ میں بھی ہمیشہ آگے آگے رہے ہیں۔

آپ کے پاس جو کچھ آتا آپ راہِ خدا میں صدقہ خیرات کر دیتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے آپ دوسروں کی فیاضی اور سخاوت دیکھتے تو خوش ہوتے اور انہیں عار دیتے تھے آپ کے پاس آیا مال ہمیشہ غرباء و مسکین کے کام پر صرف ہو جاتا تھا اور اتنا دیتے تھے کہ آپ کے پاس کچھ بھی نہ بچتا تھا۔ حافظ ابن عبدالبر مالکی (۴۶۳ھ) اور علامہ عزالدین ابن اثیر لکھتے ہیں:

وكان حليما كريما ورعا ورعه وفضله الى ان ترك الملك والدنيا رغبة فيما عندا لله تعالىٰ وكان يقول ما احببت ان الى امر امة محمد ﷺ على ان يهراق فى ذلك محجمة دم

وكان من المبادرين الى نصرة عثمان بن عفان والذابين عنه (الاستیعاب ج۱ ص۳۷۰ اسد الغابۃ ج۲ ص۱۸)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا سخاوت میں بڑا مقام تھا (البدایہ ج۸ ص۳۷)

آپ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے کسی باغ کی طرف سے گزر رہے تھے کہ وہاں ایک نوجوان حبشی غلام کو بیٹھا دیکھا اسکے ہاتھ میں ایک روٹی تھی اور سامنے کتا بیٹھا تھا وہ لڑکا ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا حضرت حسن نے یہ منظر دیکھا تو کہا تم نے اس روٹی میں کتے کو آدھے حصے کا شریک بنالیا خود زیادہ حصہ کیوں نہیں کھایا؟ اس نے کہا کہ میری آنکھیں اس کی آنکھوں کو دیکھ کر شرم محسوس کرتی ہیں کہ میں زیادہ کھاؤں اور وہ اسے کم ملے۔ حضرت حسن نے پوچھا کہ تم کس کے غلام ہو؟ کہا عثمان بن ابان کا۔ پوچھا کہ یہ احاطہ کس کا ہے کہا اسی کا ہے۔ آپ نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آجاؤں تم یہیں بیٹھے رہنا چناچہ آپ گئے اور اس غلام اور اس چار دیواری کو خرید لیا اور واپس آکر غلام سے کہا میں نے تم کو خرید لیا ہے اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول اور ان کے بعد میں آپ کی باتوں کو سننے والا اور فرمانبردار رہونگا۔ حضرت حسن نے اس کی بات سنی اور فرمایا کہ جا تو میری طرف سے آزاد ہے اور یہ چار دیواری تجھے ہبہ کرتا ہوں (ایضاً ص۳۸)

شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی (۶۷۶ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

حسن بن علی بن ابی طالب رضی الله عنها. هو ابو محمد الحسن بن علی بن ابی طالب عبد مناف عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف القريشى الهاشمى المدنى سبط رسول الله ﷺ وريحانته وابن فاطمة بنت رسول الله سيدة نساء العالمين عليها السلام ولد فى نصف رمضان سنة ثلاث من الهجرة روى عن النبى ﷺ احاديث وروت عنه عائشة رضى الله عنها وروى عنه جماعات من التابعين ...... كان الحسن شبيها بالنبى ﷺ سماه النبى ﷺ الحسن ...... وكان حليما كريما ورعا ورعه وحلمه الى ان ترك الدنيا والخلافة لله تعالى وكان من المبادرين الى نصرة عثمان بن عفان رضى الله عنه (تہذیب الاسماء ص۱۵۸ ج۱)

امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

كان الحسن رضى الله عنه له مناقب كثيرة سيدا حليما ذاسكينة ووقار وحشمة جوادا ممدوحا يكره الفتن والسيف تزوج كثيرا وكان يجيز الرجل الواحد بمائة الف (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۵)

حضرت حسن کے مناقب بہت زیادہ ہیں آپ سید بردبار صاحب عزت پروقار اور صاحب احتشام تھے آپ بڑے سخی اور بڑی شان والے تھے آپ فتنہ فساد کو پسند نہ کرتے تھے آپ نے بہت شادیاں کیں آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک آدمی کو ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس آپ کا اس قدر ادب واحترام کرتے تھے کہ آپ حضرت حسن کو کہیں جاتا دیکھتے تو بڑھ کر گھوڑے کی رکاب تھام لیتے اور اسے اپنے لیے شرف سمجھتے تھے جبکہ سب مسلمان آپ سے دیوانہ وار محبت کرتے اور سلام ومصافحہ کے لیے آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ (البدایہ ج۸ ص ۳۹)

آپ کو مسلمانوں کا اتحاد بہت عزیز تھا اور آپ اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے بھی تیار تھے آپ جنگ وجدل سے کوسوں دور تھے مسلمانوں کے درمیان لڑائی کو ایک بڑی آفت سمجھتے تھے چنانچہ ایک وقت آیا کہ آپ نے چند شرائط پر حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور آپ کوفہ تشریف لے گئے حضرت امیر معاویہ سے ملاقات ہوئی اور سب معاملات طے کر لیے گئے اور اس طرح حضور ﷺ کی آپ کے حق میں دی پیش گوئی پوری ہوئی۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ منبر پر تھے اور حضرت حسن آپ کے ایک طرف بیٹھے تھے حضور ﷺ ایک نظر لوگوں پر ڈالتے اور پھر ایک محبت بھری نظر حضرت حسن پر ڈالتے آپ نے ارشاد فرمایا:

ان ابنى هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين (البدایہ ج۸ ص ۱۷۔ سنن کبریٰ للنسائی ج۵ ص ۴۹)

بیشک یہ میرا بیٹا سید ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح صفائی کرا دے گا

حضرت حسن نے حضرت امیر معاویہ سے صرف صلح ہی نہیں کی تھی آپ نے اور آپ کے

بھائی حضرت حسین نے ان کی بیعت بھی تھی چنانچہ حضرت حسین بھرے دربار میں کھڑے ہوئے اور حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی رجال کشی میں امام جعفر صادق کا یہ بیان ہے موجود ہے فقام فبایع ملا باقر مجلسی نے اسے اپنی کتاب بحار الانوار میں نقل کیا ہے (دیکھئے ج ۱۰ ص ۱۲۴ طبع ایران)

حضرت حسن کے اس طرز عمل سے ان کے اپنے بہت سے ساتھی ناراض تھے اور آپ کو طعنے دیا کرتے تھے ابو عمر سفیان بن ابی لیلی نامی شخص نے آپ کو مخاطب کر کے اس طرح سلام کیا اسلام علیك یا مذل المؤمنین اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے۔اس کے جواب میں آپ نے کہا ابو عامر ایسا نہ کہو میں نے مسلمانوں کو کبھی ذلیل نہیں کیا ہاں میں نے ضرور اس بات کو برا جانا ہے کہ میری حکومت کی خاطر مسلمانوں کا خون بہے۔(البدایہ ج ۸ ص ۱۹ امرقات ج ۹ ص ۳۹۷۰)

آپ کی محبت کا دم بھرنے والے بہت سے لوگ آپ کو (اے اہل ایمان کے باعث ننگ و عار) کہتے تو آپ فرماتے عار آگ سے بہتر ہے میں ایسا کام نہیں کرنا چاہتا جس سے مسلمانوں کا ناحق خون ہو اور وہ میرے لیے عذاب خداوندی کا باعث بنے مجھے تمہاری جلی کٹی باتیں منظور ہیں جو چاہو کہہ سکتے ہو (ایضا ص ۴۱)

حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی ایک بحث میں لکھتے ہیں:

حضرت امام حسن کا امیر معاویہ کی بیعت کرنا ہرگز غلطی نہ تھا بلکہ اسی مصالحت نے انہیں سید ہونے کی شان سے ممتاز فرمایا

خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرا بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اصلاح فرمائیں گے۔(الحدیث) یہاں لسان نبوت سے امیر معاویہ اور ان کی جماعت کے لیے بھی مسلمان ہونے کے الفاظ وارد ہیں

پس یہ اختلافات کوئی کفر و اسلام کے اختلافات نہ تھے محض انتظام و معاملات کے تھے غور کیجئے کہ امام حسن کا یہ عمل اگر کسی طرح غلط ہوتا تو حضور ﷺ اس پر انہیں سید ہونے کی بشارت نہ دیتے پھر امام باقر کا ارشاد ہے کہ:

والذی صنعة الحسن بن علی کان خیر الهذ ه الامة مماطلعت علیه الشمس (بحار الانوار ج ۱۰ اس ۱۶۴)

خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

مباح امور میں خاوند کی اطاعت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے' حضورؐ سے دریافت کیا گیا:''کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟''حضورؐ نے فرمایا:'

'جب خاوند اسے دیکھے تو خوش ہو' جب حکم کرے تو اس کی اطاعت کرے اور کسی ایسی چیز میں خاوند کی مخالفت نہ کرے جسے وہ عورت کی ذات اور اپنے مال میں ناپسند کرتا ہو۔''

[حسن: رواہ النسائی (۳۲۳۱) واحمد (۷۴۲۳) والحاکم فی المستدرک (۲/۱۶۱)]

شرح حدیث:

امام سندیؒ ''شرح النسائی'' میں فرماتے ہیں۔

''جب خاوند اسے دیکھے تو خوش ہو اس کے ظاہری حسن کی وجہ سے یا اس کے اخلاق باطنہ کی عمدگی کی بنا پر اللہ کی اطاعت میں مشغولیت اور تقویٰ کے بل بوتے پر۔''

حضرت قیس بن طلق اپنے والد طلق بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں: حضورﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو کسی ضرورت سے بلائے تو وہ فوراً اس کے پاس جائے خواہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو۔''

[صحیح: رواہ الترمذی (۱۱۶۰)

شرح حدیث:

'' حاجت وضرورت سے مراد ایسی ضرورت ہے جو بیوی کے ساتھ خاص ہے اور یہ جماع سے کنایہ ہے' اگرچہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو' یعنی اگر بیوی تنور پر روٹیاں پکا رہی ہو (پھر بھی خاوند کے بلانے پر آجائے) باوجود اس کے کہ یہ ایک ایسی مصروفیت ہے کہ اس سے فراغت اس کام کو پورا کرنے کے بعد ہی ہوسکتی ہے۔

ابن الملک فرماتے ہیں:'' یہ حکم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ خاوند کی روٹیاں پکانے

میں مصروف ہو کیونکہ آدمی کا اسے اس حالت میں بلانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ اپنے مال کو ضائع کرنے پر راضی ہو اور مال کا ضائع ہونا خاوند کے زنا میں پڑنے سے بہتر ہے۔" (کذا فی المرقاۃ)

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب خاوند اپنی بیوی کو بلائے تو وہ اس بات کا جواب دے اگر چہ وہ پالان پر سوار ہو۔"

معاذ بن جبلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو اس کی جنت کی بیوی جو سفید اور بڑی آنکھوں والی ہے (یعنی حور عین) کہتی ہے: "اس کو تکلیف نہ دے اللہ تجھے ہلاک کرے یہ تو تیرے پاس ایک عارضی مہمان ہے اور عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آئیگا۔" [حسن: رواہ الترمذی (۱۱۷۴) وابن ماجہ (۲۰۱۴)]

خاوند کی نافرمانی سے اجتناب کا حکم

حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "تین نمازیوں کی نماز ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی (۱) وہ شخص جو لوگوں کی (زبردستی) امامت کروائے جبکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں (۲) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کے اس کا خاوند اس سے ناراض ہو (۳) دو مسلمان بھائی جو (کسی باطل پر یا تین دن سے زائد) باہم قطع تعلقی کریں۔"

شرح حدیث:

امام سندیؒ "شرح سنن ابی ماجہ" میں فرماتے ہیں:

"عورت اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، اس وجہ سے کہ وہ اس کی اطاعت نہیں کر رہی جس کا وہ اس سے مطالبہ کر رہا ہو یعنی جماع، اس لیے "رات گزارنے" کا لفظ مذکور ہے کیونکہ عموماً یہ عمل رات کو ہی کیا جاتا ہے وگرنہ اس کام کو رات کے ساتھ خاص نہ کیا جاتا۔"

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسی قطع تعلقی جو دین میں جائز نہ ہو اس کے حامل افراد کی نماز سر سے اوپر نہیں جاتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے اور مرد غصہ کی حالت میں رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں: ’’’حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ اس عورت کو رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے جو اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو حالانکہ یہ اپنے خاوند سے مستغنی نہیں۔‘‘

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ’’نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’دو نماز پڑھنے والوں کی نماز ان کے سر کے اوپر بھی نہیں جاتی

(۱) ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو یہاں تک کے واپس آجائے (۲) وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمانی کرے یہاں تک رجوع کرے۔‘‘

بلاوجہ طلاق طلب کرنے کی ممانعت

حضرت ثوبانؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ جو عورت اپنے خاوند سے بغیر کسی وجہ سے کے طلاق طلب کرے گی اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔‘‘

شرح حدیث:

ا’’اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنت سے روک دی جائے گی اور یہ حدیث وعید کی نہج اور تہدید میں مبالغہ کے طور پر استعمال ہوئی ہے

یا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک موقع پر جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گی یعنی جب نیک لوگ ابتدا میں جنت کی خوشبو سونگھیں گے تو اسے یہ نعمت نصیب نہ ہوگی یا مطلب یہ ہے کہ بالکل جنگ کی خوشبو نہ سونگھے گی۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ’’یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دی جائے اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔‘‘

کسی کو طلاق دلوانے سے ممانعت

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ’’حضور انور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت کی شادی پھوپھی یا خالہ کے خاوند سے کروائی جائے

(اور اس بات سے بھی منع کیا کہ) کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ اس کے حصہ سے سیراب ہو بیشک اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے۔‘‘ [صحیح رواہ مسلم (۱۴۰۸)]



بیمار پُرسی

ایک شخص کسی بیمار کی عیادت کو گیا اور جم کر بیٹھ گیا۔ بے چارہ مریض پریشان ہوا کیونکہ وہ شخص کسی طرح ٹلنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ آخر اس نے کہا ’’آنے جانے والوں کی کثرت نے مجھے پریشان کر دیا ہے‘‘ لیکن وہ بندۂ خداب بھی نہ سمجھا اور بولا آپ فرمائیں تو اُٹھ کر دروازہ بند کر دوں؟ بیمار نے عاجز آ کر کہا ’’ہاں‘‘ لیکن باہر سے۔‘‘

عروج و زوال

عروج و زوال زندگی کا لازمی حصہ ہیں کیونکہ جب آپ عروج پر ہوتے تو آپ کے دوستوں کو پتا چلتا ہے کہ آپ کون ہیں اور جب آپ زوال میں ہوتے ہیں تو آپ کو پتا چلتا ہے کہ آپ کے دوست کون ہیں۔

جانور اور فرشتہ

جانوروں میں عقل اور فرشتوں میں خواہش نہیں ہوتی جبکہ انسان میں دونوں ہوتی ہیں۔ انسان عقل کو دبا دے تو جانور اور خواہش کو دبا دے تو فرشتوں سے بھی افضل ہو جاتا ہے۔

رزق میں کمی کر دینے والے 5 اسباب

۱۔فجر کے بعد اور مغرب اور عشاء کے درمیان سونا۔

۲۔قبرستان میں ہنسنا۔

۳۔سجدہ تلاوت نہ کرنا۔

۴۔اندھیرے میں کھانا کھانا۔

۵۔نماز قضا کرنا۔

☆☆☆☆

خانقاہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ماہنامہ

ملیہ

فیصل آباد پاکستان

کے گذشتہ شمارے

آن لائن پڑھیے

1430 H -2008

1431 H - 2009

1432 H - 2010

1433 H - 2011

1434 H - 2012

1434 H - 2013

1435H - 2014

1436H - 2015

انٹرنیٹ ایڈریس

www.milliafsd.com

MONTHLY MAGAZINE

Millia

JAMIA MILLIA ISLAMIA

FAISALABAD PAKISTAN

Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569

E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213

دینی، علمی، اصلاحی اور تاریخی روایات کا حامل پاکستان کا منفرد مجلّہ

ماہنامہ

ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

10 سال کے تابندہ

120 شمارے



تاریخی حقائق

آپ بھی اپنی رائے دیجیے!

آپ کی تجاویز، شکایات، اور سوالات کو

انشاءاللہ شامل اشاعت کیا جائے گا

www.milliafsd.com